خواتین کے فقہی مسائل

شیخ صالح بن فوزان الفوزان

ترجمہ و تلخیص

ساجدہ ابواللیث فلاحی

ترتیب

پیش لفظ ۷

مقدمہ ۹

باب اول: خواتین کے تعلق سے عمومی احکام ۱۳

اسلام سے قبل عورت کی حیثیت ۱۳

اسلام میں عورت کا مقام ۱۴

مسلم خواتین کے تعلق سے مخالفین اسلام کی سازشیں ۱۶

خارجی امور میں خواتین کے لیے اسلام کی ہدایات ۱۷

باب دوم: زیب وزینت سے متعلق احکام ۱۸

ناخن بڑھانا مناسب نہیں ۱۸

سر کے بال کٹوانے کی مخالفت ۱۸

مصنوعی بالوں کا استعمال ناجائز ہے ۲۰

ابرو کے بال اکھیڑنے کی حرمت ۲۱

دانتوں کو گھس کر باریک کرنا جائز نہیں ۲۲

جسم پر گدوانا حرام ہے ۲۲

خضاب اور زیور کے استعمال کا حکم ۲۲

باب سوم: حیض واستحاضہ سے متعلق احکام ۲۴

حیض ۲۴

حیض کی عمر ۲۴
حائضہ کے احکام ۲۵
صفرۃ وکدرۃ ۲۷
حیض کے خاتمے پر عورت کے لیے ضروری امور ۲۸
طریقۂ غسل ۲۸
بعض اہم مسائل ۲۹
استحاضہ ۲۹
نفاس ۳۱
مدتِ نفاس ۳۲
نفاس سے متعلق چند احکام ۳۲
چند مسائل ۳۳
مانع حیض دواؤں کا استعمال ۳۴
اسقاطِ حمل کا حکم ۳۴

باب چہارم: لباس اور پردے سے متعلق احکام ۳۷

مسلم عورت کا شرعی لباس ۳۷
حجاب: مفہوم، دلائل اور فوائد ۳۹

باب پنجم: نماز سے متعلق احکام ۴۲

عورت کے لیے اذان واقامت نہیں ۴۳
نماز میں عورت کا ستر ۴۳
رکوع اور سجدے میں عورت کی ہیئت ۴۴
عورت کے ذریعے خواتین کی امامت ۴۴
مساجد میں خواتین کی حاضری ۴۴
نمازِ عید میں خواتین کی شرکت ۴۸

باب ششم: احکام الجنائز ۵۰

عورت کو غسل دینا ۵۰

عورت کے کفن کی تعداد ۵۰

متوفی عورت کے سر کے بالوں کا حکم ۵۱

خواتین کا جنازہ کے پیچھے چلنا ۵۱

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی حرمت ۵۲

نوحہ کرنے کی حرمت ۵۲

باب ہفتم: روزے سے متعلق احکام ۵۵

روزہ چھوڑنے کی رخصت ۵۶

حیض ونفاس ۵۷

حمل ورضاعت (دودھ پلانا) ۵۷

باب ہشتم: احکامِ حج ۶۰

محرم ۶۰

اجازت ونیابت ۶۱

حیض یا نفاس ۶۲

غسل اور صفائی ۶۲

نقاب ۶۳

لباس ۶۴

تلبیہ ۶۴

استلام ۶۴

سعی ۶۵

حائضہ عورت کے لیے مباحات اور ممنوعات ۶۵

رمی ۶۶
قصر ۶۶
فدیہ ۶۶
طواف وداع ۶۷
زیارت مسجد نبوی ۶۷

باب نہم: نکاح وطلاق کے احکام ۶۸

نکاح میں عورت کی رائے کی حیثیت ۷۱
عورت کے نکاح میں ولی کی شرط اوراس کی حکمت ۷۲
اعلانِ نکاح کے لیے دف بجانا ۷۳
عورت کے لیے اطاعت شوہر کا وجوب اوراس کی معصیت کی حرمت ۷۴
نکاح کے خاتمے پر عورت کے لیے عدت کا وجوب ۷۷
عدت کی حکمت ۷۷
عدت کی چار قسمیں ۷۸
عدت گزارنے والی عورت کے تعلق سے حرام چیزیں ۷۹
نکاح کا پیغام ۷۹
عدت کے دوران دوسرے سے نکاح ۷۹
بیوہ عورت پر دورانِ عدت حرام چیزیں ۸۱

باب دہم: عزت وناموس کی حفاظت ۸۲

غضِ بصر کا حکم ۸۲
گانے بجانے سے دور رہنا ۸۳
تنہا سفر کرنے سے پرہیز ۸۴
نامحرم مرد اور عورت کے درمیان تنہائی کی ممانعت ۸۵
اجنبی مرد سے مصافحہ حرام ہے ۸۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلامی احکام کے مرد اور خواتین دونوں مخاطب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مکلّف بنایا ہے۔ صحیح طریقے سے زندگی گزارنے پر دونوں سے اجر و انعام کا وعدہ کیا ہے اور غلط روی پر دونوں کو سزا کی وعید سنائی ہے۔ اس نے دونوں کے درمیان مساوات برتی ہے اور انھیں یکساں حقوق عطا کیے ہیں۔ البتہ اس نے دونوں کا دائرۂ کار مختلف رکھا ہے اور ان کو الگ الگ ذمہ داریاں تفویض کی ہیں۔ اسی وجہ سے دین کے بعض احکام میں ان کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ان احکام کی وضاحت موجود ہے اور فقہ کی کتابوں میں ان کی تفصیلات و جزئیات فراہم کردی گئی ہیں۔ زیر نظر کتاب میں خواتین سے متعلق فقہی احکام کو یکجا بیان کیا گیا ہے۔

شیخ صالح الفوزان عالم عرب کے مشہور عالم، فقیہ اور مفتی ہیں۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں انھوں نے عام فہم انداز میں مسلمانوں کو دینی رہ نمائی فراہم کی ہے۔ ان کتابوں کو عالم عرب میں بہت مقبولیت حاصل ہے اور بڑے پیمانے پر ان سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ موصوف نے مسلم خواتین کو عبادات و معاشرت سے متعلق مسائل میں رہ نمائی فراہم کرنے کے لیے ایک کتاب 'تنبیهات علی أحکام تختص بالمؤمنات' کے نام سے تصنیف کی تھی۔ زیر نظر کتاب اسی کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ خدمت جماعت اسلامی ہند کے پہلے امیر مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کی صاحب زادی محترمہ ساجدہ فلاحی نے انجام دی ہے۔ موصوفہ شمالی ہند کی مشہور دینی درس گاہ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ سے اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عرصہ سے وہیں تدریس کی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ تحریر و تصنیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتی ہیں۔

ان کی بعض تصانیف اس سے قبل شائع ہوچکی ہیں۔ شیخ صالح الفوزان کی مذکورہ کتاب کا انھوں نے بہت سلیس اور عام فہم ترجمہ کیا ہے، البتہ کہیں کہیں، جہاں فاضل مصنف نے اطناب سے کام لیا تھا اور قدیم مصنفین اور اصحاب افتاء کے طویل اقتباسات نقل کیے تھے، انھوں نے تلخیص سے کام لیا ہے اور پوری عبارت کا مفہوم اختصار سے بیان کردیا ہے۔ امید ہے، یہ کتاب عام مسلم خواتین کے لیے بہت مفید ہوگی اور وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ موصوفہ سے دین کی خدمت کا مزید کام لے اور ان کے قلم سے مفید تحریریں نکلیں۔ آمین

۲۱/ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
۱۷/اکتوبر ۲۰۱۴ء

محمد رضی الاسلام ندوی
سکریٹری تصنیفی اکیڈمی جماعت اسلامی ہند

مقدمہ

الحمدللّٰہ الذی کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد!

عالم اسلام کی علمی شخصیات میں **فضیلة الشیخ صالح بن فوزان بن عبداللّٰہ الفوزان** (پ ۲۸ رستمبر ۱۹۳۳ء) کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔آپ کی بے شمار کتابیں علمی حلقوں سے داد تحسین پا چکی ہیں۔آپ عالم اسلام کے جید عالم دین، ممتاز محقق ومصنف ہیں۔ قرآن وسنت پر آپ کی گہری نظر ہے۔موضوع کا تنوع،فکر کی گہرائی،قلم کی شائستگی اور طرزِ استدلال کی ندرت آپ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

شیخ صالح الفوزان المدرسة الفیصلیة (شہر بریدہ)،**المعهدالعلمی** کے فارغ التحصیل اور **کلیة الشریعة** (الریاض) سے فقہ میں ایم اے اور پی ایچ ڈی ہیں۔ آپ نے **المعهدالعلمی** (الریاض)، **کلیة الشریعة،المعهدالعالی للقضاء** اور **کلیة اصول الدین** وغیرہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ساتھ ہی آپ **المجمع الفقهی** (**رابطة العالم الاسلامی،مکه مکرمة**)، **لبحوث العلمیة والافتاء** اور **لجنة الاشراف علی الدعاة فی الحج** وغیرہ کے ممبر بھی ہیں۔ان کے علاوہ آپ کے فقہی جوابات وفتاویٰ ریڈیو پروگرام (**نورعلی الدرب**) میں آتے رہتے ہیں۔آپ 'مَلز' میں **متعب بن عبدالعزیز آل سعود** کی جامع مسجد میں امام وخطیب ہیں۔

شیخ صالح کا شمار علم وتحقیق کی دنیا کی عظیم شخصیتوں میں ہوتا ہے۔آپ میں ایک فقیہ کی دقتِ نظر،ایک ادیب کی شان اور ایک داعی کی حرارت ایمانی پائی جاتی ہے۔آپ کی

تصانیف اٹھاون (۵۸) سے زائد ہیں۔جن میں احکام الاطعمة فی الشریعة الاسلامیة، نقد کتاب الحلال والحرام فی الاسلام ، الارشاد الی صحیح الاعتقاد، اتحاف اهل الایمان بدروس شهر رمضان،دورالمرأة فی تربیة الاسرة،معنیٰ لا اله الا اللّٰه اورتنبیهات علی أحکام تختص بالمؤمنات'' مشہور ہوئیں۔یہ کتابیں اسلامی لٹریچر میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پیش نظر کتاب آپ کی مشہور تصنیف ''تنبیهات علی أحکام تختص بالمؤمنات'' کا اردو ترجمہ ہے۔گزشتہ سال جب میں لکھنؤ میں اپنے خسر محترم مفتی محمد ظہور ندوی مدظلہ کی قیام گاہ پر الماریوں میں رکھی ہوئی کتابوں کا جائزہ لے رہی تھی تو اس کتاب پر نظر پڑی۔سرسری مطالعہ سے اس کی افادیت محسوس ہوئی اور خیال آیا کہ اگر اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جائے تو خواتین کے لیے مفید ثابت ہوگا۔چناں چہ حسب موقع مختلف ابواب کے ترجمے ماہ نامہ حجاب، نئی دہلی میں شائع ہوتے رہے۔بعد میں اپنی کچھ دینی بہنوں کے مشورے اور بیٹے عزیزم اسامہ شعیب علیگ سلمہ نیز محترم شمشاد حسین فلاحی (مدیر حجاب) کی تجویز پر اس ترجمہ کو کتابی شکل میں پیش کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی انتہائی شکرگزار ہوں جس کی نصرت، تائید وتوفیق سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خواتین کے لیے مفید تر بنائے۔

یہ کتاب دس فصلوں پر مشتمل ہے۔پہلی فصل دوسرے مذاہب کے بالمقابل اسلام میں خواتین کی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے اور دیگر فصلیں لباس، حجاب، حیض ونفاس وغیرہ کے مسائل کو بیان کرتی ہیں۔واضح رہے کہ میں نے اس میں لفظی ترجمہ سے ہٹ کر سادہ اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے اور کہیں کہیں طوالت سے بچنے کے لیے تلخیص سے کام لیا ہے۔اور فاضل مصنف کی تحریر میں کسی اضافہ کو گستاخی وکسرشان سمجھتے ہوئے اجتناب کیا ہے۔

اگرچہ فقہ کی دیگر عربی واردو کتابوں میں خواتین سے متعلق موجودہ مواد ان کی ضرورتوں کو کسی نہ کسی حد تک پورا کر رہا ہے، لیکن صالح الفوزان کی یہ کتاب انفرادی خصوصیت کی حامل ہے، کیوں کہ اس میں انہوں نے خوائین کے مخصوص احکام ومسائل پر قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی تحقیق پیش کی ہے، تاکہ انسانی ذہن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی بجاآوری

کے لیے آمادہ ہو۔

فی الحقیقت اسلام نے خواتین کو قعر ذلت سے نکال کر جو بلند مقام عطا کیا وہ ان پر رب بزرگ و برتر کا بے پایاں فضل و احسان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر خواتین سے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا اس سے بھی اسلام کی نگاہ میں عورت کی قدر و منزلت کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ مزید برآں خواتین کے تعلق سے آپؐ کی شفقت و مہربانی اور نرم دلی کے ارشادات بھی ان کی عظمت و اہمیت کو دوبالا کرتے ہیں۔ آج خواتین کے تعلق سے اسلام پر بے جا اعتراضات کر کے ان کی عزت و تکریم سلب کرنے کی سازش کی جا رہی ہے اور انہیں بلند مقام سے ذلت و پستی کی طرف ڈھکیلنے کی ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے، لہٰذا پیش آمدہ خطرات سے ان کی حفاظت کرنا، مغرب کی کھلی ہوئی سازشوں سے بچانا اور نجات کی راہیں ان کے لیے واضح کرنا ہمارے لیے انتہائی ناگزیر ہو گیا ہے۔

میں شیخ صالح الفوزان، ممبر کمیٹی، علمی مباحث و افتاء کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے خواتین کے روزمرہ کے امور و مسائل سے تعلق رکھنے والے احکام پر مبنی یہ کتاب تالیف کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس اہم علمی خدمت کو اور اس جیسی دیگر گراں قدر خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، انہیں اجر کثیر سے نوازے اور قارئین کے لیے رہ نمائی کا ذریعہ بنائے۔

میں بالخصوص ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کی شکر گزار ہوں جنھوں نے میری درخواست پر اس پر نظر ثانی کرنے کی زحمت گوارا فرمائی، نیز پیش لفظ بھی قلم بند کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔ میں اپنے بیٹے عزیزم اسامہ شعیب علیگ سلمہ کی مساعی کی قدرداں و شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنی پی ایچ ڈی کی مصروفیات کے باوجود بدقت نظر اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی اور اسے اشاعت کے مرحلہ تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں دنیوی و اخروی کامیابی سے ہم کنار کرے۔

میں ان تمام لوگوں کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے ترجمہ سے لے کر اشاعت تک، کسی نہ کسی مرحلے میں اپنا مخلصانہ تعاون پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔

مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں ایک جلیل القدر مصنف کی عبارت کا حق غالبًا کما حقہ نہیں ادا کر سکی ہوں۔ لہٰذا قارئین سے درخواست ہے کہ اگر اس کتاب کے ترجمہ میں کہیں کچھ خامی نظر آئے تو آگاہ کرنے کی زحمت فرمائیں۔ نیز اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں۔

جزاکم اللّٰہ خیراً
ساجدہ ابواللیث فلاحی
۲۹/ ۱۲/ ۲۰۱۳ء

باب اول

خواتین کے تعلق سے عمومی احکام

اسلام سے قبل عورت کی حیثیت

اسلام کی آمد سے قبل نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا میں عورت انتہائی مظلومیت اور ذلت کی زندگی گزار رہی تھی اس کی پیدائش باعث ننگ و عار سمجھی جاتی تھی۔ بسا اوقات اسے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ۚ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ (النحل:۵۸،۵۹)

”جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے؟ دیکھو کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں۔“

دوسری جگہ فرمایا گیا:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر:۸،۹)

”اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی۔“

جو لڑکیاں اتفاقاً زندہ دفن کرنے سے بچ جاتیں انہیں رسوائی کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ دورِ جاہلیت میں عورت کو میراث سے محروم رکھا جاتا تھا۔ مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہو میراث کے حق دار صرف مرد سمجھے جاتے تھے، بلکہ کبھی کبھی خواتین خود بھی مردہ شوہروں کی میراث بن کر ترکہ

میں تقسیم کردی جاتی تھیں۔ کبھی کئی خواتین ایک شوہر کی زوجیت میں زندگی گزارتیں کہ اہل عرب کے یہاں محدود زوجیت کی کوئی قید نہیں تھی اور تعداد ازدواج کی بنا پر بسا اوقات ان کو ظلم وزیادتی اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس طرح وہ مختلف النوع مظالم کا شکار ہوتیں تھیں۔

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام کی آمد کے ساتھ ہی عورت پر ہونے والے جملہ مظالم کا خاتمہ ہوا، اس نے عورت کی حقیقی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے اسے عزت وشرف کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز کیا۔ اسے نسل انسانی کے وجود وبقا کا ذریعہ بتا کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى (الحجرات:۱۳)

”اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا۔“

اسلام نے عورت کے لیے اس امر کو واضح کیا کہ وہ دنیا اور امور دنیا میں بلالحاظ خیر وشر مردوں کی ماتحت نہیں ہے کہ اپنی زندگی کلی طور پر ان کے حوالہ کردے بلکہ وہ اپنے عمل کی خود ذمہ دار ہے اور اسی کے مطابق اسے اخروی زندگی میں جزا یا سزا ملے گی۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل:۹۷)

”جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔“

مزید فرمایا گیا:

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ (الاحزاب:۷۳)

”تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔“

غور کریں تو ایک طرف انسانی قوانین کی ظلم وزیادتی کہ عورت میراث کے ساتھ تقسیم کردی جائے، دوسری طرف اسلام کی رافت ورحمت کہ عورت کے لیے وفات پانے والے شوہر کے مال میں حق متعین کردیا گیا بلکہ اس نے اسے دیگر اعزہ واقارب کی میراث کا بھی وارث بنادیا، فرمایا گیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۨ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ۝ (النساء:۷)

”مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اور یہ حصہ اللہ کی طرف سے، مقرر ہے۔“

زمانۂ جاہلیت میں مرد بکثرت عورتوں سے نکاح کرتے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بجائے انہیں ظلم وجور کا نشانہ بناتے تھے۔ اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی حد مقرر کردی اور اس کو عدل وانصاف کے ساتھ مشروط کیا، نیز ان کے ساتھ معروف طریقے سے معاشرت اختیار کرنے کی تلقین کی۔ فرمایا گیا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج (النساء:۱۹)

”ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔“

اسی طرح مہر کو عورت کا حق بتایا اور اس کی مکمل ادائیگی کا حکم دیا اِلّا یہ کہ عورت بخوشی معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ (النساء:۴)

”اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کردیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔“

اسلام نے عورت کو شوہر کے گھر اور بچوں کی نگہبان بنایا، ساتھ ہی شوہر پر معروف طریقے سے اس کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری ڈالی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

المرأة راعية فی بیت زوجها، ومسؤلة عن رعيتها۔ (بخاری:۲۷۵۱)

''عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے اوراپنی رعیت کے سلسلے میں جواب دہ ہے۔''

مسلم خواتین کے تعلق سے مخالفین اسلام کی سازشیں

آج مخالفین اسلام اور مغرب زدہ لوگ مسلم خواتین سے اسلام کی عطا کردہ عزت وتکریم اورحفاظت صیانت کوسلب کر کے انہیں ہلاکت کی طرف لے جانے کے لیے کوشاں ہیں اور انہیں سر بازار عریاں کر کے شہوت کی آگ بجھانا چاہتے ہیں، جس کا نقشہ قرآن مجید ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلاً عَظِيْمًا٥

(النساء:۲۷)

''جولوگ خوداپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ۔''

اہل مغرب چاہتے ہیں کہ عورت شیطان صفت اوراہل شہوت کی نمائش گاہ میں ایک سستا سامان بن جائے۔ وہ اسے شوروم میں لگائی گئی اشیاء کی طرح منظر عام پر لانا چاہتے ہیں تا کہ لوگ اس کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہوں۔ یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ عورتیں گھروں سے باہر نکلیں اور مردوں کے کاموں میں شانہ بشانہ شریک ہوں، ہاسپٹل میں نرس بن کر مردوں کی خدمت کریں، ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس بن کر میزبانی کریں، مخلوط تعلیمی اداروں میں تدریسی خدمات انجام دیں، فلموں اور ڈراموں وغیرہ میں ایکٹرس کا رول انجام دیں، گانے اور ناچنے والیاں بنیں اور بے پردہ ہوکر مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے خبریں نشر کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دوشیزہ خواتین کی عریاں تصاویر اپنے مخرب اخلاق رسالوں میں شائع کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض کمپنیاں اور تاجر حضرات خواتین کی خوب صورت تصاویر اپنے سامان پر چسپاں کر کے ان کو اشتہار کا ذریعہ بناتے ہیں اوران کی بے حرمتی کرتے ہیں۔

ان تمام غلط اور فحش امور کے جاری اور رائج ہونے کی بنا پر خواتین اپنی اصل گھریلو ذمہ داریوں سے غافل ہوگئی ہیں اور مرد حضرات اپنے گھریلو امور اور تربیت اولاد کے لیے خادمات کا سہارا لینے پر مجبور ہوئے جس کی بنا پر بکثرت فتنوں کا ظہور ہوا اور معاشرہ شر وفساد کی آماجگاہ بن گیا۔

خارجی امور میں خواتین کے لیے اسلام کی ہدایات

اسلام عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنا بالکل ممنوع قرار نہیں دیتا بلکہ بوقت ضرورت حسب ذیل مواقع پر حدود کی پابندی کرتے ہوئے اس کی اجازت عطا کرتا ہے۔

۱۔عورت کو خود باہر نکلنے کی ضرورت درپیش ہو یا معاشرے کو ان کاموں کے لیے اس کی ضرورت ہو جو مردوں کے ذریعہ انجام نہیں دیے جاسکتے ہیں۔

۲۔خارجی امور کی انجام دہی گھر کی واجبی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد ہو۔

۳۔عورت محض خواتین کے درمیان ہی کام کرے اور مردوں سے الگ رہے۔جیسے طالبات کو تعلیم دینا، خواتین کا علاج کرنا اور عورتوں کی تیمارداری کرنا۔

۴۔اسی طرح خواتین اور طالبات کے لیے ممانعت نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ وہ علم دین حاصل کریں لیکن تعلیم خواتین ہی کے درمیان ہو۔

اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ مسجد کے دروس میں حاضر ہوں جب کہ باپردہ ہوں اور مردوں سے الگ رہیں، اس لیے کہ صدر اسلام میں خواتین سیکھتیں سکھاتیں اور مساجد میں حاضر ہوتی تھیں۔

باب دوم

زیب وزینت سے متعلق احکام

دورِحاضر میں خواتین جسمانی زیب وزینت کی طرف کچھ زیادہ ہی متوجہ ہیں اور اس کے لیے مختلف وسائل وذرائع اختیار کررہی ہیں۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اسلام خواتین کے لیے کس طرح کی تزئین وزینت کو پسند کرتا ہے؟ اور وہ کون سی چیزیں ہیں جن کو وہ مسلم خواتین کے لیے ناجائز ٹھہراتا ہے؟

ناخن بڑھانا مناسب نہیں

زیب وزینت اختیار کرنا عورت کی فطرت اوراس کا بنیادی حق ہے، یہاں تک کہ اس میں ناخن تراشنا بھی شامل ہے جس کے سنت ہونے میں اہل علم کا اجماع ہے اور یہ فطری ضرورت بھی ہے۔ فی الحقیقت اسی میں صفائی اور حسن ہے۔ ناخنوں کو بڑھا کر باقی رکھنا اسے بدشکل بنادیتا ہے اور یہ درندوں کے مشابہ ہوجاتا ہے، کہ خونخوار درندہ کسی وقت بھی حملہ کرسکتا ہے۔ مزید برآں اس کے نیچے تہ بہ تہ میل جمنے کا احتمال رہتا ہے۔ آج بہت سی مسلم خواتین بھی سنت سے عدم واقفیت اور غیر مسلم یا مغرب سے مرعوب خواتین کی تقلید کرتے ہوئے ناخن بڑھانے کے مرض میں مبتلا ہیں۔

سر کے بال کٹوانے کی ممانعت

سر اور ابرو کے بالوں کے سلسلے میں ممانعت اور خضاب ودیگر چیزوں کے رنگنے کے سلسلے میں دین کے احکام حسب ذیل ہیں:

(الف) ایک مسلمہ کو سر کے بالوں کو باقی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور بلاضرورت ان کو

کاٹنا ممنوع ہے جیسا کہ نسائی اور ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت علیؓ سے، بزار نے اپنی مسند میں حضرت عثمانؓ سے اور ابن جریر نے حضرت عکرمہؓ سے روایت کیا ہے:

نهى رسول الله أن تحلق المرأة رأسها۔ (ترمذی: ۹۱۴)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ عورت اپنے سر کے بالوں کو منڈوائے۔''

پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کی ممانعت ثابت ہو اور وہ حکم کسی دوسری حدیث سے معارض نہ ہو تو اسے حرمت پر محمول کیا جائے گا۔ ملا علی قاریؒ مشکوٰۃ کی شرح المرقاۃ میں خواتین کے بالوں کو کاٹنے کی ممانعت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

''خواتین کی چوٹی خوب صورتی و جمال میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو مردوں کے لیے داڑھی۔''

اگر عورت کا بال کاٹنا و تراشنا غیر مسلم خواتین کی تقلید میں یا مردوں سے مشابہت اختیار کرنے کے لیے ہو تو بلا کسی شک کے حرام ہے، اس لیے کہ ہمیں کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز خواتین کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی بھی ممانعت آئی ہے۔ اگر یہ مشابہت تزئین کی خاطر ہو تو بھی راجح قول کے مطابق جائز نہیں ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم مفتی مکرم سعودی عرب فرماتے ہیں:

دور حاضر میں بعض مسلم خواتین یورپی خواتین کے اس طرز عمل کو اختیار کر رہی ہیں۔ دراں حالے کہ ایسا کرنا ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آپؐ کی جانب سے سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صنفان من أهل النارلم أرهما:قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بهاالناس،ونساء كاسيات عاريات،مائلات مميلات، رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة،لا يدخلن الجنة، ولايجدن ريحها،وان ريحهاليوجدمن مسيرة كذاو كذا۔ (مسلم: ۲۱۳۱)

''جہنمیوں کی دو قسمیں میں نے ایسی دیکھیں جو مجھے کہیں نظر نہ آئیں۔ کچھ جہنمی ایسے

ہوں گے جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے اور وہ ان سے لوگوں کو ماریں گے۔ کچھ عورتیں بالباس ہوں گی پھر بھی عریاں ہوں گی، وہ مردوں کو مائل کرنے والی اوران کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح اٹھے ہوئے ہوں گے۔ وہ نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، دراں حالے کہ وہ خوشبو بہت دور سے محسوس ہوگی۔''

بعض علماء نے حدیث میں مذکور ''مائلات مميلات'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ بالوں میں کنگھی کر کے ٹیلے کی مانند بنالیتی ہیں۔ یہ فیشن زدہ مغربیت سے متاثر خواتین کی روش ہے۔ (مجموع فتاویٰ الشیخ محمد بن ابراہیم: ۲/۴۷)

مصنوعی بالوں کا استعمال ناجائز ہے

جس طرح مسلم خواتین کے لیے سر کے بالوں کو بلاضرورت کاٹنا ممنوع ہے۔ اسی طرح ان کو لمبا کرنے کے لیے اس میں دوسرے بالوں کو ملانا بھی ممنوع ہے، جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الواصلة والمستوصلة۔

(بخاری: ۵۹۳۶)

''رسولؐ نے لعنت فرمائی ہے بال جوڑنے والی پر اور اس پر جو اس کو جڑواتی ہے۔''

ایسی عورتوں پر لعنت اسی لیے کی گئی ہے کہ اس میں تزویر یعنی بناوٹی چیزوں سے آراستگی اختیار کرنا ہے۔

اسی طرح عورتوں کے لیے مصنوعی بالوں کا استعمال بھی حرام ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت معاویہؓ جب مدینہ آئے تو انہوں نے بالوں کا ایک گچھا نکالا، پھر فرمایا:

''تمہاری عورتوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس جیسی چیز کو سر میں لگاتی ہیں۔ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مامن امرأة تجعل فى رأسها شعراً من شعر غيرها إلا كان زوراً۔ (صحیح ابن حبان: ۱۲/۳۲۰)

''جو عورت اپنے بالوں میں کسی دوسری عورت کے بالوں کو لگاتی ہے تو اس کا یہ عمل جھوٹ اور فریب پر مبنی ہے۔''

ابرو کے بال اکھیڑنے کی حرمت

(ب) مسلم خواتین کے لیے ابرو کے بالوں کو زائل کرنا بھی حرام ہے۔ خواہ مکمل طور سے کیا جائے یا اس کے کچھ حصہ کو صاف کیا جائے اور خواہ انہیں کاٹا یا اکھاڑا جائے یا کسی چیز کا استعمال کر کے انہیں زائل کیا جائے۔ فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی کرنا ہے جس کے لیے شیطان نے انسانوں کو بہکانے کا عہد کر رکھا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ شیطان نے بارگاہ الٰہی میں کہا تھا۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ (النساء:۱۱۹)

''اور میں ان کو حکم دوں گا، پس وہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں لازماً تبدیلی کریں گے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللّٰہ الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق عزوجل (مسلم:۲۱۲۷)

''اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے گودنے والیوں پر اور ان پر جو گودواتی ہیں، ابرو نوچنے والیوں پر اور جو ابرو نچواتی ہیں اور جو حسن کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کراتی ہیں۔ اور جو اللہ عزوجل کی خلقت میں تبدیلی کراتی ہیں۔''

پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مزید فرمایا:

''کیا میں لعنت نہ کروں اس پر جس پر اللہ کے رسولؐ نے لعنت فرمائی ہے اور آپؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ فرمان موجود ہے!''

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر:۷)

''رسولؐ جو تم کو دیں، اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں، اس سے باز آجاؤ۔''

(تفسیر ابن کثیر: ۳۵۹/۲)

یہ فیشن جس میں آج بہ کثرت خواتین مبتلا ہیں، کبیرہ گناہوں میں سے ہے، آج روئیں نوچنا روزانہ کی ضرورت بن گیا ہے۔ حالاں کہ یہ ایسی معصیت ہے جس کے لیے شوہر کی اطاعت بھی جائز نہیں ہے۔

دانتوں کو گھس کر باریک کرنا جائز نہیں

(ج) مسلم عورت کے لیے بطور حسن دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی کرنا ہے۔البتہ اگر دانتوں میں کوئی خرابی آ گئی ہو یا کیڑے لگ گئے ہوں تو بغرض علاج ان کی اصلاح میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جسم پر گدوانا حرام ہے

(د) عورت کے لیے جسم میں گدوانے کے عمل کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواشمة والمستوشمة۔

(نسائی:۱۶/۳۴)

''رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی پر اور جو گودوائے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔''

یہ عمل کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے اور کرانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے اور آپ کی لعنت کبیرہ گناہوں پر ہی ہو سکتی ہے۔

خضاب اور زیور کے استعمال کا حکم

(ہ) خواتین کے لیے مہندی لگانے ، بالوں کو رنگنے اور سونے کے زیور پہننے کا حکم۔

ا۔خضاب۔امام نوویؒ (المجموع:۱/۳۲۴) میں رقم طراز ہیں:

''مشہور حدیث کی رو سے ہاتھوں اور پیروں کو مہندی سے رنگنا شادی شدہ خواتین کے لیے مستحب ہے۔''

اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہاتھ بڑھایا تو آپؐ نے فرمایا:

ما أدری أ ید رجل ام ید امراۃ؟

''میں نہیں جانتا کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟''

پھر جب معلوم ہوا کہ وہ عورت کا ہاتھ ہے تو آپؐ نے فرمایا:

لو کنت امراۃ لغیرت اظفارک۔ (ابوداؤد:۴۱۶۶)

''اگر تم عورت تھیں تو اپنے ناخنوں کا رنگ (مہندی لگا کر) تبدیل کر لیتیں۔''

البتہ ناخنوں کو ایسی چیز سے نہ رنگا جائے جو اس پر جم جانے والی ہو اور طہارت میں مانع ہو۔

۲۔ رہا عورت کا سر کے بالوں کو رنگنا تو بڑھاپے کو چھپانے کی خاطر کالے خضاب کے استعمال کے بارے میں حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

امام نوویؒ نے ریاض الصالحین، ص:۶۲۶ اور المجموع:۱/۳۲۴ دونوں جگہ لکھا ہے کہ سفید بالوں کو سیاہ کرنے کی ممانعت میں مرد اور عورت دونوں یکساں ہیں۔

رہا یہ کہ عورت اپنے سیاہ بالوں کو کسی دوسرے رنگ میں رنگ کر تبدیل کرے تو غیر ضروری عمل ہونے کی وجہ سے اسے ناجائز کی فہرست میں شمار کیا جائے گا اس لیے کہ بالوں کی سیاہی میں ہی اصلاً خوب صورتی ہے، اسے کسی دوسرے رنگ میں رنگنا اس کی اصل ہیئت کو تبدیل کرنا ہے اور یہ بھی کہ اس میں غیر مسلم عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔

۳۔ عورت کے لیے مباح ہے کہ وہ سونے اور چاندی کے زیور پہنے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے، اس لیے کہ یہ عورت کی فطرت میں شامل ہے۔ لیکن اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو نامحرم مردوں کے سامنے ظاہر کرے۔ اس کو چاہیے کہ وہ ان زیورات کو غیر مردوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھے، بالخصوص گھروں سے نکلتے وقت۔ اس لیے کہ یہ فتنہ ہے اور عورتوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ مردوں کو اپنے زیورات کی آواز سنائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (النور:۳۱)

''اور وہ اپنے پیروں کو زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔''

اس آیت سے خواتین کے لیے نامحرم مردوں کے سامنے زیورات کے ذریعہ اظہار زینت کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔

باب سوم

حیض واستحاضہ سے متعلق احکام

حیض

لغت کے اعتبار سے حیض کے معنی 'سیلان' یعنی بہنے کے ہیں۔

شرعاً حیض سے مراد وہ خون ہے جو متعینہ ایام میں عورت کے رحم کی گہرائی سے بغیر کسی مرض اور تکلیف کے خارج ہو۔ رحم میں اس خون کی تخلیق کا مقصد بوقتِ حمل بچے کو غذائیت مہیا کرانا ہے، نیز پیدائش کے بعد یہی خون بچے کے لیے دودھ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس جب عورت کو حمل نہیں ہوتا یا وہ دودھ نہیں پلا رہی ہوتی ہے تو یہ متعینہ ایام میں خارج ہوتا رہتا ہے، جس کو وہ عادتاً پہچانتی ہے۔

حیض کی عمر

وہ عمر جس میں عورت حائضہ ہوتی ہے، کم سے کم نو سال ہے اور اس کی آخری حد پچاس سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَالّٰٓـِٔىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ (الطلاق:۴)

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں، ان کے معاملے میں اگر تم کو شک لاحق ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا ہے جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔''

اس آیتِ کریمہ میں ''وَالّٰٓـِٔىْ يَئِسْنَ'' سے مراد پچاس سال کی عمر تک پہنچنا ہے اور ''وَالّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ'' سے مراد نو سال سے کم عمر کی بچیاں ہیں۔

حائضہ کے احکام

قرآن وحدیث میں حائضہ کے لیے چند احکام بیان کیے گئے ہیں:

(الف) حائضہ عورت سے حالت حیض میں جماع حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

(البقرۃ:۲۲۲)

''وہ پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے؟ کہہ دیجیے وہ ایک گندگی کی حالت ہے، اس میں عورتوں سے الگ رہو، اوران کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہوجائیں، پھر جب وہ پاک ہوجائیں توان کے پاس جاؤ، اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔''

یہ حرمت باقی رہے گی یہاں تک کہ حیض کا خون بند ہوجائے اور عورت غسل کر کے پاک وصاف ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

(البقرۃ:۲۲۲)

''اوران کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہوجائیں، پھر جب وہ پاک ہوجائیں توان کے پاس جاؤ، اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔''

البتہ حائضہ کے شوہر کے لیے اس سے استمتاع (جماع کے بغیر لذت حاصل کرنا) مباح ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اصنعوا كل شيء إلا النكاح۔ (مسلم:۳۰۲)

''عورت سے ہر طرح کی قربت (حالت حیض میں) کر سکتے ہو، سوائے جماع کے''

(ب) حائضہ عورت کے لیے مدت حیض میں نماز اور روزہ ممنوع ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أليس إذا حاضت المرأة لم تصل ولم تصم ؟ (بخاری:۱۹۵۱)

''کیا ایسا نہیں ہوتا کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے، نہ روزہ رکھتی ہے۔''

البتہ جب حائضہ عورت پاک ہو جائے تو وہ روزوں کی قضا کرے گی، لیکن نماز کی قضا نہیں کرے گی۔

امّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

كنا نحيض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فكنا نؤمر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلوٰة۔ (نسائی:۳۷۹)

''ہم رسولؐ کے زمانے میں حائضہ ہوتیں تھیں تو ہم کو روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔''

اس فرق کا سبب بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز دن میں کئی مرتبہ پڑھی جاتی ہے، بخلاف روزوں کے۔ لہٰذا حرج ومشقت سے بچنے کے لیے نماز کی قضا واجب نہیں کی گئی۔

(ج) حائضہ کے لیے بغیر کسی حائل کے قرآن کو چھونا حرام ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:۷۹)

''اس کو صرف پاکیزہ لوگ ہی چھوئیں گے۔''

مزید برآں آپؐ کی وہ تحریر بھی اس کی دلیل ہے جو آپؐ نے عمرو بن حزم کو لکھی تھی۔

لا يمس القرآن الا طاهر (سنن الدار قطنی:۴۳۳)

''قرآن کریم کو صرف پاک انسان ہی چھوئے گا۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

ائمہ اربعہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھوئیں گے۔

رہا حائضہ کا قرآن کو بغیر چھوئے ہوئے پڑھنا تو اس میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

(د) حائضہ کے لیے خانۂ کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے، اس لیے کہ حضرت عائشہؓ کو دورانِ حج حیض آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

افعلي ما يفعل الحاج، غير ألا تطوفي بالبيت حتى تطهري۔

(مسلم:۲۱۲۲)

''تم وہ سارے مناسک ادا کرو جو حاجی ادا کرتا ہے، مگر یہ کہ خانہ کعبہ کا طواف نہ کرنا، یہاں تک کہ پاک ہو جاؤ۔''

(ھ) حائضہ کے لیے مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔

اني لا أحل المسجد لحائض ولا لجنب (ابوداؤد:۲۳۲)

''میں مسجد کو حائضہ اور جنبی کے لیے حلال نہیں ٹھہراتا۔

ایک اور جگہ آپؐ نے فرمایا:

ان المسجد لا يحل لحائض ولا جنب۔ (ابن ماجہ:۶۴۵)

''بلاشبہ مسجد حائضہ اور جنبی کے لیے حلال نہیں ہے۔''

البتہ بغیر رکے ہوئے ضرورتاً گزرنے کی اجازت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

قال لی رسولُ اللّٰہ :ناولینيالخمرة من المسجد، قالت:
فقلت :إنی حائض ،فقال:إن حیضتک لیست فی یدک۔

(مسلم:۳۰۰)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے مسجد سے سرخ چادر لا کر دے دو۔ میں نے کہا، میں حیض سے ہوں تو آپؐ نے فرمایا: ''تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

(و) حائضہ کے لیے اذکار شرعیہ یعنی تکبیر و تہلیل اور تسبیح و دعائیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح صبح و شام اور سونے جاگنے کے مشروع اوراد و وظائف میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے، نیز علمی کتابوں یعنی تفسیر، فقہ اور حدیث کے مطالعہ میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

صفرۃ و کدرۃ

صفرۃ اور کدرۃ پیلے پن اور گدلے پن کو کہتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں عادت کے مطابق ایام حیض میں ظاہر ہوں تو اس کو حیض پر محمول کیا جائے۔ لیکن اگر عادت سے ہٹ کر متعینہ ایام کے

علاوہ میں ہوں تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور عورت پاک تصور کی جائے گی، اس لیے کہ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں۔

كنا لا نعد الكدرة والصفرة بعد الطهر شيئاً۔ (ابوداوٗد: ۳۰۷)

''ہم پاکی کے بعد (یعنی حیض کی عادت کے علاوہ میں) پیلے پن اور گدلے پن کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ پاکی سے قبل یعنی عادت کے ایام میں ان کا شمار حیض میں ہوگا اور اس کے احکام نافذ ہوں گے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت حیض کے خاتمہ کو کیسے پہچانے گی؟

اس کی دو علامتیں بیان کی جاسکتی ہیں:

ایک خون کا خشک ہوجانا ہے۔ اس طور پر کہ سرخی کدرت اور صفرۃ کچھ بھی ظاہر نہ ہو۔ اس کو جاننے کے مختلف طریقے ہیں، جن سے خواتین آگاہ ہوتی ہیں۔ دوسرے (سفید پانی) کا نکلنا، جو کبھی خواتین کے احوال کی مناسبت سے رنگین بھی ہوسکتا ہے۔

حیض کے خاتمے پر عورت کے لیے ضروری امور

حائضہ کے لیے لازم ہے کہ حیض کے خاتمہ پر غسل کرلے اور پاکی کی نیت سے اپنے جسم کے ہر حصہ تک پانی پہنچائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاذا أقبلت حيضتک فدعي الصلوة واذا أدبرت فاغتسلي وصلّي۔ (بخاری: ۳۲۰)

''جب تم کو حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہوجائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔''

طریقۂ غسل

عورت حدث کو دور کرنے اور نماز و دیگر عبادات کے لیے طہارت حاصل کرنے کی نیت کرے، پھر بسم اللہ کرے اور اپنے پورے بدن پر پانی بہائے، یہاں تک کہ اپنے سر کے بالوں کی جڑوں کو تر کردے۔ اگر چوٹی نہ کھولے تو کوئی حرج نہیں، جب کہ پانی بالوں کی جڑوں

نک پہنچ جائے اور صابن یا بیری کی پتی وغیرہ پانی کے ساتھ استعمال کرے تو یہ بہتر ہے۔ اس کے لیے مستحب ہے کہ غسل کے بعد خوشبو میں بسائی ہوئی روئی اپنی شرم گاہ میں رکھ لے، اس لیے کہ ٓپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ (مسلم: ۳۳۲)

عض اہم مسائل

اگر حائضہ اور نفساء سورج غروب ہونے سے پہلے پاک ہو جائیں تو ان کے لیے اس ن کی ظہر اور عصر کی نماز لازم ہے اور اگر وہ طلوع فجر سے پہلے پاک ہو جاتیں تو ان کے لیے لازم ہے کہ اس رات کی مغرب وعشاء کی نماز بھی ادا کریں۔ اس لیے کہ عذر کی حالت میں دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

یہی مسئلہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ (۲۲/ ۴۳۴) میں ذکر کیا ہے اور یہی مہور علماء امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک ہے کہ:

جب عورت دن کے آخری حصہ میں پاک ہو جائے تو ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھے ی اور جب رات کے آخری حصہ میں پاک ہو تو مغرب اور عشاء دونوں نمازیں پڑھے گی۔ ایسا ں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

ایک مسئلہ کبھی یہ درپیش ہوتا ہے کہ کسی نماز کا وقت ہو گیا اور عورت نے ابھی وہ نماز نہیں ڑھی کہ حائضہ یا نفساء ہو گئی تو راجح قول کے مطابق اس پر اس وقت کی قضاء واجب نہیں ہوگی، س کو اس نے اوّل وقت میں حائضہ ہونے سے پہلے پایا تھا۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس مسئلہ میں (مجموع الفتاویٰ: ۲۳/ ۳۳۵) رقم طراز ہیں:

اس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا مسلک زیادہ واضح ہے کہ اس پر قضاء لازم نہیں، ں لیے کہ اس نے وقت کے اندر اگر نماز ادا کرنے میں تاخیر کی ہے تو اس نے کوتاہی نہیں کی۔

ستحاضہ

متعینہ ایام کے علاوہ خون خارج ہونے کو استحاضہ کہتے ہیں۔ مستحاضہ کا حکم خون حیض ر خون استحاضہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مشکل ہوتا ہے۔

اگر خون لگاتار اور اکثر اوقات میں خارج ہوتا ہے تو کب اس کا اطلاق حیض پر ہوگا اور

کب استحاضہ پر؟ جس کی وجہ سے عورت نماز اور روزہ ترک نہیں کرے گی اور اس پر پاک عورتوں کے احکام نافذ ہوں گے؟ اس تعلق سے مستحاضہ کی تین حالتیں ہیں۔

ا۔ بیماری سے قبل عورت کے حیض کے ایام متعین ہوں۔ مثلاً وہ ہر ماہ پانچ دن یا آٹھ دن حیض سے رہی ہو تو اتنے دن وہ نماز اور روزہ ترک کرے گی۔ اگر اس کے بعد بھی خون نکلنے کا سلسلہ جاری ہو اور عورت ایام کی تعداد اور وقت سے استحاضہ کے خون کو پہچان لے تو وہ استحاضہ ہے۔ ان ایام میں عورت غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی۔ اس کی دلیل حضرت ام حبیبہؓ کے تعلق سے آپؐ کا ارشاد ہے:

امكثي قدر ما كانت تحبسك حيضتك، ثم اغتسلي وصلّي۔ (مسلم:۳۳۵)

''جتنے دن تمہارا حیض تم کو روکے اسی کے بقدر رکی رہو، پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔''

نیز فاطمہ بن بنت ابی جیش سے آپؐ نے فرمایا:

انما ذلک عرق، وليس بحيض، فاذا أقبلت حيضتک فدعي الصلوة۔ (بخاری:۲۲۸)

''یہ تو رگ سے آنے والا خون ہے، حیض نہیں ہے۔ پس جب تمہیں حیض آئے تو نماز ترک کردو۔''

۲۔ اگر عورت کی کوئی معروف عادت نہ ہو مگر وہ خون حیض اور خون استحاضہ میں فرق کر سکتی ہو، مثلاً خون حیض، سیاہ، گاڑھا اور بو والا ہو اور خون استحاضہ کی یہ صفت نہ ہو، مثلاً وہ سرخ تو ہو مگر اس میں بو نہ ہو اور نہ ہی وہ گاڑھا ہو، ایسی صورت میں عورت خود کو پاک گمان کرلے اور نماز روزہ وغیرہ کرتی رہے۔

مستحاضہ نماز کے وقت اپنی شرم گاہ کی صفائی کر کے روئی، پیڈ وغیرہ کا استعمال کرلے تاکہ یہ چیزیں خون کے خروج کو روکے رکھیں اور ہر نماز نئے وضو سے پڑھے۔ آپؐ نے مستحاضہ کے سلسلے میں فرمایا ہے۔

تدع الصلاة أيام أقرائها، ثم تغتسل وتتوضأ عند كل صلوة۔ (ترمذی:۱۲۸)

”وہ اپنے حیض کے ایام میں نماز کو ترک کر دے پھر غسل کر لے اور ہر نماز کے وقت وضو کر لے۔“

اسی طرح فاطمہ بنت ابی جیشؓ سے آپؐ نے فرمایا:

اذاکان الحیض فإنه أسود یعرف، فأمسکي عن الصلاة، فاذا کان الآخر فتوضاي وصلي۔ (ابوداؤد:۲۸۶)

”جب حیض آئے جو سیاہ ہوتا ہے اور پہچانا جا سکتا ہے تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا یعنی استحاضہ ہو تو وضو کرو اور نماز پڑھو۔“

۳۔ تیسری حالت یہ ہے کہ حیض کے سلسلے میں عورت کی کوئی عادت نہ ہو، جس سے وہ پہچان سکے اور نہ کوئی ایسی صفت ہو، جس سے وہ حیض اور استحاضہ میں فرق کر سکے تو وہ ہر مہینہ کے چھ یا سات دن خود کو حالت حیض میں سمجھے۔ اس لیے کہ عام طور سے یہی عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ اس کی دلیل حمنہ بنت جحشؓ کے لیے آپؐ کا قول ہے۔

انما ھی رکضة من الشیطان، فتحیضي ستة أیام أوسبعة أیام ثم اغتسلي، فاذا استنقأت فصلي أربعة وعشرین أو ثلا ثة وعشرین ،وصومي وصلّي فان ذلک یجزئک وکذلک فافعلی کما تحیض النساء۔ (ترمذی:۱۲۸)

”یہ شیطان کی طرف سے ہے، پس تم چھ یا سات دن حیض شمار کرو، پھر غسل کرو پس جب تم پاک ہو جاؤ تو تیئیس (۲۳)، چوبیس (۲۴) دن نماز پڑھو اور روزہ رکھو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔ اور ایسا ہی کرو جیسا حائضہ عورتیں کرتی ہیں۔“

نفاس

نفاس وہ خون ہے جو رحم مادر میں حمل کے وقت رکا ہوتا ہے اور ولادت کے وقت نیز اس کے بعد رحم سے خارج ہوتا ہے۔ جب پیدائش ہو جاتی ہے تو تھوڑا تھوڑا کر کے اس کا اخراج شروع ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عورت پیدائش سے قبل بطور علامت کچھ خون دیکھتی ہے تو وہ بھی نفاس ہے۔

فقہاء کے نزدیک اس کی مدت قبل از ولادت دو تین دن ہے، لیکن زیادہ تر اس کا آغاز ولادت کے وقت سے ہی ہوتا ہے۔

ولادت سے مراد وہ صورت ہے جس میں بچے کی خلقت واضح ہو جاتی ہے۔ اس کی کم سے کم مدت اکیاسی (۸۱) دن یعنی تین ماہ سے کچھ کم ہے، اگر اس مدت سے پہلے حمل ضائع ہو جائے اور اس کے ساتھ خون ہو تو اس کا شمار نفاس میں نہیں ہوگا اور عورت اس کے سبب سے نماز اور روزہ ترک نہیں کرے گی۔

مدتِ نفاس

نفاس کی زیادہ سے زیادہ ـت چالیس دن ہے، خواہ وہ ولادت کے وقت سے ہو یا دو تین روز قبل۔ جیسا کہ ام سلمہؓ سے مروی حدیث میں ذکر ہوا ہے۔

كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعين يوماً۔ (ترمذی:۱۲۹)

''نفاس میں مبتلا عورتیں رسولؐ اللہ کے زمانہ میں چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھی (یعنی غیر طاہر کے حکم میں)

اہل علم کا اس پر اجماع ہے، جیسا کہ امام ترمذی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

البتہ اگر خون کا اخراج چالیس دن سے قبل بند ہو جائے تو عورت غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی۔ اس لیے کہ نفاس کی کم سے کم کوئی حد حدیث سے متعین نہیں ہے۔

اگر چالیس دن پورے ہو جائیں لیکن خون بند نہ ہو تو اگر یہ عورت کی عادت کے مطابق ہو تو حیض ہے۔ اگر اس کی عادت کے مطابق نہ ہو اور ایسا لگا تار ہو، نیز منقطع نہ ہو تو یہ استحاضہ ہے۔ ایسی صورت میں عورت چالیس دن کے بعد عبادت کو ترک نہیں کرے گی۔

اگر نفاس کا خون چالیس دن سے زیادہ رہے لیکن لگا تار نہ رہے اور نہ یہ اس کی عادت کا حصہ ہو تو اس وقت عورت کیا کرے گی؟ اس میں اختلاف ہے۔

نفاس سے متعلق چند احکام

احکامِ نفاس درج ذیل ہیں:

۱- حالت حیض کی طرح حالت نفاس میں بھی عورت شوہر کے لیے حرام ہے، سوائے استمتاع کے۔

۲- عورت کے لیے روزہ، نماز اور طوافِ کعبہ اسی طرح حرام ہے، جس طرح حائضہ کے لیے۔

۳- عورت کے لیے قرآن کا چھونا اور پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر بھولنے کا اندیشہ ہو تو حائضہ کی طرح اسے پڑھنے کی اجازت ہے۔

۴- حالت نفاس کی وجہ سے چھوٹ جانے والے روزوں کی قضا واجب ہے۔

۵- نفاس کے خاتمہ پر غسل واجب ہے، جیسے حیض کے خاتمہ پر واجب ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احکام درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتے ہیں:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله اربعين يوماً۔

(ترمذی:۱۲۹)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفساء چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھیں۔''

حدیث کا مفہوم نفاس کی اکثر مدت کو واضح کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ ہی سے روایت ہے:

كانت المرأة من نساء النبى صلى الله عليه وسلم تقعد فى النفاس اربعين ليلة لا يأمرها النبىؐ بقضاء صلاة النفاس۔ (ابوداؤد:۳۱۲)

''نبیؐ کریم کی بعض بیویاں چالیس راتوں تک نفاس کی حالت میں بیٹھی رہتی تھیں۔ آپؐ ان کو ان ایام کی نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔''

چند مسائل

جب نفساء کا خون چالیس دن سے قبل بند ہو جائے اور وہ غسل کر کے نماز، روزے کا آغاز کر دے، لیکن چالیس دن سے قبل ہی دوبارہ خون جاری ہو جائے تو صحیح قول کے مطابق اسے نفاس شمار کیا جائے گا اور وہ نماز روزہ ترک کر دے گی۔ جس عورت نے درمیان کی پاکی کے

ایام میں نمازیں پڑھیں اور روزہ رکھا تو وہ صحیح ہوں گے، عورت ان روزوں کی قضا نہیں کرے گی، جیسا کہ شیخ محمد بن ابراہیم (مجموع فتاویٰ: ۲/ ۱۰۲) اور شیخ عبدالعزیز بن باز نے (الفتاویٰ) میں لکھا ہے۔

مانع حیض دواؤں کا استعمال

عورت کے لیے کسی ایسی چیز کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے جو حیض کو روک دے، بشرطے کہ یہ چیز اس کی صحت کو نقصان نہ پہنچائے۔ جب وہ دواؤں کا استعمال کرے اور حیض رک جائے تو دوسری پاک عورتوں کی طرح اس کا روزہ رکھنا، نماز پڑھنا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہوگا۔

اسقاطِ حمل کا حکم

شرعاً عورت کے لیے حمل کو چھپانا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ (البقرۃ: ۲۲۸)

"اور ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ خلق فرمایا ہو، اسے چھپائیں، انہیں ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے، اگر وہ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتی ہیں۔"

اس لیے عورت کے لیے کسی ذریعہ سے حمل سے چھٹکارا حاصل کرنا اور اسے ساقط کرانے کا حیلہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اس کے لیے روزہ رکھنا مشکل ہو رہا ہو یا روزہ رکھنے سے حمل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے، البتہ بعد میں ان روزوں کی قضا واجب ہے۔

مسلمان عورت کو معلوم ہونا چاہیے کہ عصر حاضر میں اسقاط حمل کی جو مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں وہ سب حرام ہیں۔ اگر حمل میں روح پڑ چکی ہو، اس کے بعد اس کو ساقط کرانے کی کوشش کی جائے تو اسے قتل نفس شمار کیا جائے گا، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

یہ ایسا جرم ہے جس پر اس کی نوعیت کے مطابق دیت واجب ہوگی۔ بعض ائمہ کے

نزدیک اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے، جو ایک غلام آزاد کرنا ہے اور اگر غلام نہ ہو تو دو مہینہ کے لگاتار روزے رکھنا ہے۔

بعض علماء نے اس عمل کو زندہ درگور کرنے کے مثل قرار دیا ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیمؒ نے (مجموع الفتاویٰ: ۱۱/۱۵۱) میں تحریر فرمایا ہے۔

''اسقاط حمل کی کوشش جائز نہیں ہے جب تک شکم مادر میں جنین کی موت ثابت نہ ہو جائے۔ اگر موت ثابت ہو جائے تو جائز ہے۔''

اس سلسلے میں ھیئۃ کبار العلماء نے ۱۴۰۷ھ میں حسب ذیل قرارداد منظور کی تھی:

۱۔ اسقاط حمل کسی بھی مرحلہ میں جائز نہیں ہے الّا یہ کہ کوئی شرعی جواز ہو۔

۲۔ اگر حمل پہلے مرحلہ میں ہو (اور یہ چالیس دن کی مدت ہے) تو اس مدت میں بھی اسقاط کرانا خواہ اولاد کی تربیت میں مشقت کے سبب سے ہو یا بچوں کی تعلیم اور روزی روٹی سے عاجزی کا خوف دامن گیر ہو یا بچوں کے مستقبل کے (ناخوش گوار) ہونے کا اندیشہ ہو یا والدین کے پاس موجود اولاد کو کافی سمجھنے کی بنا پر ہو، بہر صورت جائز نہیں ہے۔

۳۔ اسقاط حمل اس وقت بھی جائز نہیں ہے جب کہ وہ علقہ (خون کی پھٹکی) یا مضغہ (لوتھڑا) کے مرحلے میں ہو۔ ہاں اگر کوئی بااعتماد میڈیکل بورڈ حمل کو جاری رکھنے سے ماں کی سلامتی کا خطرہ یا ہلاکت کا اندیشہ ظاہر کرے تو اسقاط حمل جائز ہوگا، جب کہ ان تمام خطرات کے ازالے کی تمام تدابیر اختیار کی جا چکی ہوں۔

۴۔ تیسرا مرحلہ جو چار ماہ کی مدت کا ہے، اس میں اسقاط حمل حرام ہے۔ ہاں اگر بااعتماد ماہر ڈاکٹروں کا گروپ یہ فیصلہ کر دے کہ رحم مادر میں جنین کو باقی رکھنا ماں کی موت کا سبب بن سکتا ہے اور ماں کی زندگی کو بچانے کے لیے تمام وسائل اختیار کیے جا چکے ہوں تو اسقاط حمل جائز ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ اسقاط حمل کی رخصت درج بالا شروط کے ساتھ دو ضرر (نقصان) میں سے بڑے ضرر کو دور کرنے کے لیے اور دو مصلحتوں میں سے بڑی مصلحت کو حاصل کرنے کے لیے دی گئی ہے۔

فضیلۃ الشیخ محمد بن عثیمین اپنی کتاب 'رسالۃ الدماء الطبیعیۃ للنساء' میں رقم طراز ہیں۔

''اگر اسقاطِ حمل روح پھونکی جانے کے بعد کرایا جائے تو یہ بلا کسی شک کے حرام ہے، اس لیے کہ یہ نفس کو ناحق قتل کر دینے کے مترادف ہے اور قتل نفس قرآن وسنت اور اجماع سے حرام ہے۔''

امام ابن الجوزیؒ اپنی کتاب 'احکام النساء' (ص ۱۰۸۔۱۰۹) میں رقم طراز ہیں:

''نکاح کا مقصد نسل کی افزائش ہے، پس جب استقرارِ حمل ہو جائے تو اسقاط کا قصد کرنا حکمتِ نکاح کے خلاف ہے۔ اگر یہ حمل کے آغاز میں روح پڑنے سے پہلے ہو تو گناہ کبیرہ ہے، البتہ اس کا گناہ اسقاط کے گناہ سے کم ہے۔''

اور جنین میں روح پڑ جانے کے بعد اسقاط کرانا مومن کے قتل کی طرح ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر: ۸۔۹)

''جب زندہ درگور بچی سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی۔''

چناں چہ مسلم خواتین کو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اس جرم کے ارتکاب سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں، گم راہ کن نعروں سے دھوکہ نہ کھائیں اور ان باطل روایات سے بچیں جس کی بنیاد عقل اور دین پر نہیں ہوتی۔

باب چہارم

لباس اور پردے سے متعلق احکام

مسلم عورت کا شرعی لباس

شریعت کی نگاہ میں ایک مسلم عورت کا لباس درج ذیل صفات سے متصف ہونا چاہیے:

(۱) لباس اتنا مکمل ہو کہ نامحرم مردوں سے اس کے پورے جسم کو چھپا دے۔ مزید یہ کہ عورت اپنے محرم مردوں کے سامنے بھی صرف ان حصوں کو کھول سکتی ہے جن کو عادتاً کھولنا ضروری ہے، یعنی چہرہ، ہتھیلی اور قدم۔

(۲) ضروری ہے کہ لباس اندرونِ جسم کو مکمل طور سے ڈھانکنے والا ہو، اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے سے عورت کی جلد کا رنگ نظر آئے۔

(۳) لباس اس قدر تنگ نہ ہو کہ اعضاء کی ساخت کو واضح کر دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

صنفان من أهل النارلم أرهما: قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات، مائلات مميلات، رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة، لا يدخلن الجنة، ولا يجدن ريحها، وان ريحها ليوجدمن مسيرة كذا و كذا. (مسلم:۲۱۳۱)

''اہل جہنم کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے ابھی دیکھا نہیں ہے، کچھ افراد جن کے پاس بیل کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو مار رہے ہوں گے، ان میں وہ عورتیں بھی ہوں گی جو کپڑے پہن کر بھی عریاں نظر آتی ہیں، دوسروں کو رجھاتی ہیں اور خود بھی دوسروں پر رجھتی ہیں۔ ان کے سرناز سے بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح

ٹیڑھے ہوں گے۔ یہ عورتیں نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالاں کہ جنت کی خوشبو بہت دور سے آتی ہے۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (مجموع الفتاویٰ: ۱۴۶/۲۲) ''کاسیات عاریات'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وہ ایسے کپڑے پہنتی ہیں جو ان کی ستر پوشی نہیں کرتے، لہٰذا وہ فی الحقیقت عریاں ہوتی ہیں۔ یعنی وہ خواتین جو اس قدر باریک کپڑے پہنیں جن سے ان کی جلد ظاہر ہوتی ہو یا اس قدر تنگ اور چست کپڑے پہنیں کہ ان کے جسم کی بناوٹ نمایاں ہوتی ہو، ان کا شمار 'کاسیات عاریات' میں ہوگا۔

(۴) عورت اپنے لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خواتین پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں اور ظاہری طور پر مردوں جیسا بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ عورت کا لباس کے معاملے میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنا یہ ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہنے جو اپنی نوعیت اور صفت کے اعتبار سے معاشرے میں مردوں ہی کے لیے معروف ہوں۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے (مجموع الفتاویٰ: ۱۴۸/۲۲، ۱۴۹، ۱۵۵) لکھا ہے:

''مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق کرنے والی چیز یہ ہے کہ لباس ان کی جسمانی ساخت کے مطابق ہو اور مردوں اور خواتین کو جس قدر ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اس کی تکمیل کرتا ہو۔ اس لیے کہ خواتین کو مردوں کے سامنے سج دھج اور اظہار زینت کا نہیں بلکہ ستر پوشی اور پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لیے اسلام نے خواتین کو اذان دینے اور بلند آواز سے لبیک کہنے کی اجازت نہیں دی ہے، حتیٰ کہ حج کے موقع پر خواتین کو اس طرح احرام پہننے کا حکم نہیں دیا گیا جس طرح مردوں کو حکم دیا گیا ہے۔ مردوں کو حالت احرام میں سر کھلا رکھنے کا حکم دیا گیا اور سلے ہوئے کپڑے پہننے سے منع کیا گیا، لیکن خواتین کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے اور انھیں حسبِ سابق جملہ کپڑوں کو پہننے کی اجازت دے دی گئی، اس لیے کہ اسے پردے اور ستر پوشی پر مامور کیا گیا ہے۔ البتہ انھیں طواف کے وقت نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ چیزیں بوقت ضرورت پردے کے لیے ہیں اور ہر وقت عورت کو اس کی حاجت نہیں ہوتی۔''

آگے علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''عورت اپنے چہرے پر مردوں کی موجودگی میں نقاب ڈالے گی۔آخر میں فرماتے ہیں:
اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مردوں اور خواتین کے لباس میں ایسا فرق ہونا چاہیے جس کے ذریعے دونوں میں تفاوت ہو اور یہ کہ عورتوں کے لباس میں پردہ اور ستر پوشی ہو جو کہ مقصود و مطلوب ہے، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب لباس ستر پوشی کے مقصد کو پورا نہ کرتا ہو یا مردوں کے مشابہ ہو تو اسے ممنوع قرار دیا جائے گا۔''

(۵) عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے لباس میں ایسی زینت اختیار کرے جو نگاہوں کو متوجہ کر دے۔

حجاب: مفہوم، دلائل اور فوائد

حجاب کا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے پورے جسم کو نامحرم مردوں سے پوشیدہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ (النور:۳۱)

''(مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ) اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں، بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں، وہ اپنا بناؤ سنگار نہ ظاہر کریں مگر صرف شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹوں کے سامنے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (الاحزاب:۵۳)

''اور جب نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔''

یہ آیت اگرچہ امہات المؤمنین کے لیے نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم تمام مومن عورتوں کے لیے عام ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقصد کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ؕ (الاحزاب:۵۳)

''یہ تمہارے اوران کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔''

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ (الاحزاب:۵۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادر کے پلو لٹکا لیا کریں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے جلباب کے معنی 'بڑی چادر' بیان کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے رداء (چادر) کے ہم معنیٰ قرار دیا ہے۔ عام زبان میں اس سے مراد ایسا لباس ہے جو عورت کے پورے بدن اور سر کو ڈھانک لے، ابوعبیدہ وغیرہ نے 'جلباب' کی تشریح میں کہا ہے کہ عورت اس کو اپنے سر سے اس طرح لٹکائے گی کہ صرف اس کی آنکھیں ظاہر ہوں، اور نقاب اسی کی ایک قسم ہے۔

نامحرم مردوں سے عورت کے چہرہ چھپانے کے وجوب کو حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ثابت کرتی ہے:

> ''سوار ہمارے پاس سے گزرتے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں ہوتے۔ جب وہ ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم (عورتیں) اپنی چادر سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتیں، اور جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنا چہرہ کھول لیتیں۔''
>
> (مسند احمد:۱۵۶۵)

مسلم بہنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جن علماء نے چہرہ کھلا رکھنے کو مباح کہا ہے (باوجود اس کے کہ ان کا یہ قول مرجوح ہے) انھوں نے بھی اس میں فتنہ سے محفوظ ہونے کی قید لگائی ہے، اور فی الحقیقت فتنہ سے محفوظ ہونا غیر یقینی ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں جب کہ مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے باز رکھنے والی چیزیں کم ہوگئی ہیں اور بے شرمی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے، نیز فتنہ پیدا کرنے والوں کی کثرت ہوگئی ہے، خواتین زیب و زینت کے وہ تمام ذرائع اختیار کر رہی ہیں جو فتنہ کو دعوت دیتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مسلم بہنیں ایسی چیزوں سے

اجتناب کریں اور فتنہ سے بچانے والے حجاب کو اپنے اوپر لازم کرلیں۔

قدیم وجدید معتبر مسلم علماء میں سے کسی عالم نے ان چیزوں کو مباح نہیں کیا ہے، جس میں آج کی خواتین مبتلا ہوتی جارہی ہیں بلکہ حد تو یہ ہے کہ کچھ مسلم خواتین حجاب میں نفاق کا طرزِ عمل اختیار کرتی ہیں۔ چنانچہ جب وہ کسی ایسی مجلس میں ہوتی ہیں جہاں پردے کا التزام ہے تو وہ پردہ کرلیتی ہیں اور جب وہ ایسی مجلسوں میں جاتی ہیں جو پردے کا التزام نہیں کرتیں تو وہاں وہ پردہ نہیں کرتی ہیں۔ کچھ خواتین ایسی بھی ہیں جو عام جگہوں پر تو پردہ کرتی ہیں، لیکن جب وہ کسی سپر مارکیٹ یا ہسپتال میں جاتی ہیں یا کسی سنار سے بات کرتی ہیں یا کسی ٹیلر کے پاس ہوتی ہیں تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اس طرح کھول دیتی ہیں گویا اپنے شوہر یا کسی محرم رشتہ دار کے پاس ہوں۔ ایسی خواتین کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اس کی بتائی ہوئی حدود کو توڑنے سے بچنا چاہیے۔

مسلم بہنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ حجاب حیوان صفت انسانوں اور دل کے مریضوں کی مسموم نگاہوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے اور بد خصلت لالچی لوگوں کو ان سے مایوس کرتا ہے۔ پس انھیں چاہیے کہ وہ حجاب کو لازم پکڑیں، کتاب اللہ کے حکم کو مضبوطی سے تھامے رہیں اور ان کھوکھلے نعروں کی طرف متوجہ نہ ہوں جو حجاب کی مخالفت میں بلند کیے جاتے ہیں، کیوں کہ ان سے مخالفین اسلام کا مقصد حجاب کی شان وشوکت کو کم کرنا ہے۔ وہ اس کے ذریعہ مسلم خواتین کی بدخواہی چاہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝ (النساء: ۲۷)

”مگر جو لوگ خود اپنی خواہشات نفس کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ۔“

باب پنجم

نماز سے متعلق احکام

نماز دین کا ستون ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس کی تمام شرطوں اور ارکان کے ساتھ امت مسلمہ کے تمام مردوں اور خواتین پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًاo (النساء:۱۰۳)

''نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔''

نیز امہات المومنین کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط

(الاحزاب:۳۳)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

نماز اسلام کی بنیاد ہے۔ علماء نے جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے جو ایک مسلمان کو ملت سے خارج کر دینے والا ہے۔ مردوں اور عورتوں میں سے جو نماز نہ پڑھے اس کے دین واسلام کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح نماز بغیر کسی عذر شرعی کے تاخیر سے ادا کرنا، اس کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ
فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّاo اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًاo لا (مریم:۵۹،۶۰)

''پھر ان کے بعد ان کے جانشین وہ ناخلف لوگ ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا

اور خواہشات نفس کی پیروی کی۔ پس قریب ہے کہ وہ گم راہی کے انجام سے دوچار ہوں، البتہ جو توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کر لیں، وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرّہ برابر بھی حق تلفی نہ ہوگی۔"

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز ضائع کرنے سے مراد اس کے اوقات کو ضائع کرنا ہے، اس طور پر کہ نماز کا وقت نکل جانے کے بعد نماز ادا کرے۔

خواتین کے لیے نماز کے حسب ذیل احکام مردوں سے مختلف ہیں:

عورت کے لیے اذان واقامت نہیں

عورت کے لیے اذان واقامت نہیں ہے، اس لیے کہ ان دونوں میں آواز بلند کی جاتی ہے اور عورت کے لیے آواز بلند کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے بلا کسی اختلاف یہ دونوں عمل عورت کے لیے درست نہیں ہیں۔

نماز میں عورت کا ستر

عورت اپنی نماز میں مکمل ستر پوشی اختیار کرے، سوائے چہرہ کے، بعض علماء ہتھیلی اور قدم بھی چھپانے کو کہتے ہیں۔ اس طرح سے کہ نامحرم مرد انھیں نہ دیکھے۔ اگر نامحرم مرد کی نظر پڑنے کا احتمال ہو تو اس کے لیے ایسے ہی ستر پوشی واجب ہے جیسے نماز کے علاوہ میں واجب ہے۔ پس خواتین کے لیے نماز میں سر، گردن اور پورے بدن حتیٰ کہ قدم کے اوپری حصہ کو بھی ڈھانکنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "کیا عورت قمیص اور دوپٹہ میں بغیر ازار کے نماز پڑھ سکتی ہے؟" آپؐ نے فرمایا: "عورت بغیر ازار کے اس وقت نماز پڑھ سکتی ہے جب کہ قمیص اس قدر مکمل ہو کہ عورت کے قدموں کے اوپری حصہ کو بھی ڈھانک لے۔" (ابوداؤد: ۶۴۰)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (مجموع الفتاوی: ۲۲/ ۱۱۳-۱۱۴) تحریر فرماتے ہیں:

"عورت اگر تنہا نماز پڑھے تو بھی دوپٹہ اس کے لیے لازم ہے، البتہ نماز کے علاوہ اس کے لیے اپنے گھر میں سر کھول لینا جائز ہے۔ اس لیے کہ نماز میں زینت (ستر پوشی) اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا

حق ہے، لہٰذا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ عریاں ہوکر خانہ کعبہ کا طواف کرے، خواہ وہ رات کے وقت تنہا ہو، یا وہ عریاں ہوکر نماز پڑھے۔'' المغنی: (۲/۲۵۰) میں ہے:

رکوع اور سجدے میں عورت کی ہیئت

عورت رکوع اور سجدے میں اپنے اعضاء کو بجائے الگ الگ رکھنے کے سمیٹ کر رکھے گی (اور اگر گھٹنے موڑ کر بیٹھنے میں عذر ہوتو) پیر پھیلا کر بچھانے اور پیر پھیلا کر گھٹنے اٹھانے کے بجائے دونوں پیروں کو داہنی جانب نکال لے یا لٹکا لے، یا پالتی مار کر بیٹھے، اس لیے کہ اس میں زیادہ ستر پوشی ہے۔

امام نوویؒ نے المجموع (۳/۴۵۵) میں اور امام شافعیؒ نے المختصر میں لکھا ہے:
''مردوں اور عورتوں کے درمیان نماز کے اعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو سمیٹے، سجدے میں پیٹ کو رانوں سے ملالے، اس لیے کہ حالت نماز میں بھی مکمل ستر پوشی ہی اس کے لیے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

عورت کے ذریعے خواتین کی امامت

خواتین کی امامت میں جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی کریمؐ نے حضرت ام ورقہؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کریں۔ (ابوداؤد: ۵۹۱)

لیکن بعض علماء اس کو غیر مستحب سمجھتے ہیں، بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض نفل نمازوں میں اس کے جواز کے قائل ہیں۔ راجح قول استحباب کا ہے۔ عورت قراءت بالجہر (آواز کے ساتھ) بھی کرسکتی ہے جب نامحرم مردوں کے سننے کا اندیشہ نہ ہو۔

مساجد میں خواتین کی حاضری

خواتین کے لیے مسجد میں مردوں کی جماعت میں شامل ہوکر نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ ان کا اپنے گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں آنے سے منع نہ کرو۔'' (مسلم: ۴۴۲)

ایک اور جگہ آپؐ نے فرمایا:

''خواتین کو مسجد جانے سے منع نہ کرو، البتہ ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔''
(احمد:۵۴۴۸)

دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ خواتین کا اپنے گھروں میں نماز پڑھنا، ستر پوشی کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے، البتہ اگر وہ مسجد کے لیے نکلیں تو چند چیزوں کا لحاظ کرنا ان کے لیے ضروری ہے۔

(الف) لباس ساتر ہو اور مکمل پردے کا اہتمام کیا گیا ہو۔ ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''عورتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں، پھر وہ اپنی چادروں کو لپیٹے ہوئے نکلتی تھیں اس طرح کہ وہ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔''
(مسلم:۶۴۷)

(ب) عورتیں خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔

''اللہ کی باندیوں کو مسجد جانے سے نہ روکو۔ اور وہ بغیر زینت اختیار کیے ہوئے اور بغیر خوشبو لگائے ہوئے نکلیں۔'' (ابوداؤد:۵۶۵)

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی عورت، جس نے خوشبو کا استعمال کیا ہو، ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شامل نہ ہو۔''
(مسلم:۶۴۷)

صحیح مسلم کی دوسری حدیث حضرت زینبؓ (اہلیہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) سے مروی ہے:

''جب تم عورتوں میں سے کوئی مسجد میں حاضر ہو تو وہ خوشبو کا استعمال نہ کرے۔''
(مسلم:۶۴۴)

امام شوکانیؒ نے اپنی کتاب نیل الاوطار (۳/۱۴۰-۱۴۱) میں لکھا ہے:

''حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ خواتین کا مساجد میں نماز پڑھنا صرف اسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے جب وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی تمام چیزوں سے محفوظ ہوں، یعنی وہ خوشبو، زیورات اور دیگر زیب و زینت کی اشیاء سے آراستہ نہ ہوں۔''

(ج) خواتین زیب و زینت والے کپڑے اور زیورات پہن کر نہ نکلیں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی ان چیزوں کو دیکھتے جو آج کل ہم دیکھ رہے ہیں تو آپ انہیں مسجد جانے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔'' (مسند احمد: ۲۴۰۴۲)

امام شوکانی نیل الاوطار میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے مراد زرق برق لباس، خوشبو، زینت و آرائش اور بے پردگی ہے۔ عہد نبوی میں خواتین موٹی، مکمل جسم ڈھانکنے والی چادر میں باہر نکلتی تھیں۔''

امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب 'احکام النساء' میں لکھا ہے:

''عورت کو جہاں تک ممکن ہو باہر نکلنے سے بچنا چاہیے، اس لیے کہ وہ اپنے نفس کے تعلق سے اگرچہ خود کو محفوظ سمجھتی ہو لیکن لوگوں کے لیے اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر نکلنے کی شدید حاجت ہو تو اپنے شوہر کی اجازت سے سادہ کپڑے میں باہر نکلے اور مصروف سڑکوں اور بھرے بازاروں میں چلنے کے بجائے خالی راستوں کو اختیار کرے۔ بیچ میں چلنے کے بجائے کنارے چلے، نیز بلا ضرورت اپنی آواز مردوں کو سنانے سے احتراز کرے۔''

(د) اگر خواتین جماعت میں شریک ہوں تو مردوں کے پیچھے صف بنائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی صف کو مقدم رکھتے تھے، ان کے پیچھے بچے اور ان کے پیچھے عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ (احمد: ۲۲۴۰۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مردوں کی سب سے اچھی صف پہلی صف ہے اور سب سے خراب صف آخری صف ہے۔ اور عورتوں کی سب سے اچھی صف ان کی آخری صف ہے اور سب سے خراب ان کی پہلی صف ہے۔'' (مسلم: ۴۴۲)

اسی طرح اگر جماعت میں صرف ایک عورت ہو تو بھی وہ مردوں کے پیچھے ہی کھڑی ہوگی، جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر نماز پڑھائی۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''میں اور یتیم (یعنی میرا بھائی) آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بوڑھی عورت (یعنی ہماری ماں) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔'' (احمد:۱۱۹۳۱)

دوسری حدیث ہے:

''میں نے اور یتیم نے اپنے گھر میں نبیؐ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری ماں (حضرت ام سلیمؓ) ہمارے پیچھے تھیں۔'' (بخاری:۷۲۷)

درج بالا حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خواتین اگر مساجد میں جائیں تو الگ الگ نماز نہ پڑھیں بلکہ مردوں کے پیچھے اپنی صف بنائیں، خواہ نماز فرض ہو یا تراویح ہو۔

(ھ) اگر امام نماز میں بھول جائے تو خواتین اسے متنبہ کرنا چاہیں تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر اسے متوجہ کریں گی۔ نبی کا فرمان ہے:

''اگر نماز میں امام بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔''

(احمد:۲۲۳۰۹)

نماز میں امام سے کوئی غلطی ہو جائے تو عورت اسے متنبہ کر سکتی ہے لیکن چوں کہ اس کی آواز میں فتنہ ہے، اس لیے اسے زبان سے کلام کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

(و) جب امام سلام پھیر لے تو خواتین مسجد سے نکلنے میں جلدی کریں اور مرد حضرات بیٹھے رہیں تاکہ راستے میں اختلاط سے محفوظ رہ سکیں، جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں:

''خواتین جب فرض نماز سے فارغ ہو جاتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسولؐ اللہ بیٹھے رہتے، ساتھ میں مرد حضرات بھی بیٹھے رہتے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب رسول کھڑے ہوتے تو مرد حضرات بھی کھڑے ہو جاتے۔'' (بخاری:۸۶۶)

امام زہریؒ کہتے ہیں:

''ہم سمجھتے ہیں کہ آپؐ ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ جو خواتین نماز سے فارغ ہو کر لوٹ رہی ہیں وہ آگے نکل جائیں۔'' (بخاری:۸۵۰)

امام شوکانیؒ نیل الاوطار (۳۲۶/۳) میں فرماتے ہیں:

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ امام کے لیے مقتدیوں کے احوال کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح جو امور ناجائز چیزوں کا سبب بن سکتے ہوں ان سے احتیاط واجتناب بھی

ضروری ہے، تہمتوں کے مواقع سے بچنا بھی ناگزیر ہے۔ مزید یہ کہ اس حدیث مبارک سے مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی حرمت بھی سامنے آتی ہے۔ لہٰذا مساجد کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی خواتین کو اختلاط سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

نمازِ عید میں خواتین کی شرکت

(ز) خواتین کو عید کی نماز کے لیے نکلنے کی اجازت دی گئی، جیسا کہ حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

''ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں دوشیزاؤں، حائضہ اور پردے میں رہنے والیوں کو نکالیں۔ رہیں حائضہ تو وہ نماز نہیں پڑھیں گی، البتہ خیر کے کاموں اور دعائیہ مجلس میں شریک ہوں گی۔'' (مسلم:۸۹۱)

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

''یہ اور دیگر احادیث خواتین کے لیے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عید گاہ کی طرف جانے کو مشروع قرار دیتی ہیں اور اس سلسلے میں نوجوان، بوڑھی، شادی شدہ، غیر شادی شدہ میں کوئی فرق نہیں کرتیں۔ الا یہ کہ وہ عدت میں ہوں، ان کا نکلنا باعثِ فتنہ ہو، یا کوئی عذر ہو۔'' (نیل الاوطار:۳۰۶/۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے المجموع (۴۵۸:۶-۴۵۹) میں لکھا ہے کہ اس کی اجازت چند اسباب کی بنا پر ہے:

۱۔ نمازِ عید سال میں صرف دو مرتبہ ہے۔ پس جمعہ اور جماعت کے برعکس اس کو قبول کر لیا گیا۔

۲۔ عیدین کا کوئی بدل نہیں ہے، جب کہ جمعہ اور جماعت کا بدل گھر میں ظہر کی نماز ہے۔

۳۔ عید کی نماز میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے آبادی سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور یہ بعض اسباب کی وجہ سے حج کے مشابہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ خواتین کو نماز عید کے لیے نکلنے کی شرعاً اجازت دی گئی ہے مگر یہ کہ وہ شرم وحیا کا پیکر بن کر، اور جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان کا عملاً التزام کرتے ہوئے، نیز اللہ کا تقرب

حاصل کرنے کے مقصد سے اور مسلمانوں کی دعا ومناجات میں شرکت کی غرض سے نکلیں، مزید یہ کہ ان کا مقصد نام ونمود، اظہار زینت اور نعوذ باللہ فتنہ وتعرّض نہ ہو، بلکہ اسلام کے شعار کا اظہار ہو۔

مزید یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ مساجد میں عبادت کے لیے نکلنے کی اگر خواتین کو جملہ حدود وقیود کا پابند بنا کر اجازت دی گئی ہے تو پھر ان کا حدود وقیود کی پابندیوں سے آزاد ہو کر سڑکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں جانا، گھومنا پھرنا کس بنیاد پر جائز ہو سکتا ہے؟

باب ششم

احکام الجنائز

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر جان کے لیے موت کو مقدر کر دیا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط (آل عمران:۱۸۵)

''آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے۔''

دائمی بقا صرف اللہ سبحانہ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن:۲۷)

''اور صرف تیرے رب کی جلیل وکریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔''

ابن آدم کے جنازہ کے تعلق سے کچھ احکام دیے گئے ہیں جن کی تنفیذ زندوں پر واجب ہے۔ ذیل میں صرف وہ احکام ذکر کیے جا رہے ہیں جو خواتین کے لیے خاص ہیں۔

ا۔ عورت کو غسل دینا

ضروری ہے کہ وفات پانے والی عورت کو خواتین ہی غسل دیں۔ مردوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کو غسل دیں سوائے شوہر کے، اسی طرح مردوں کو صرف مرد ہی غسل دیں گے۔ عورتوں کے لیے ان کو غسل دینا جائز نہیں ہے سوائے بیوی کے۔ اس کی دلیل صحابہ کرامؓ کا عمل ہے۔

''حضرت علیؓ نے اپنی زوجہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے اپنے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غسل دیا۔''

۲۔ عورت کے کفن کی تعداد

عورت کو پانچ سفید کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے۔

(۱)ازار: جواس کو پہنایا جائے۔(۲)دوپٹہ: جواس کے سر پر اڑھایا جائے۔(۳)قمیص: جسے ازار کے اوپر سے پہنایا جائے (۴-۵)دولفافے: جواس کے اوپر سے لپیٹ دیے جائیں۔

حضرت لیلیٰ ثقفیہؓ بیان کرتی ہیں:

''میں ان لوگوں میں سے تھی جنھوں نے ام کلثوم بنت رسولؐ اللہ کوان کی وفات کے بعد غسل دیا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہم کوازار(تہبند) دیا، پھر قمیص دی، پھر دوپٹہ، پھر ملحفہ،جس کے بعد آخری کپڑا جس میں میت کو داخل کر دیا گیا۔''

(ابوداؤد:۳۱۵۷)

امام شوکانیؒ نیل الاوطار(۴۲/۴)میں فرماتے ہیں:
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں:
ازار،قمیص،دوپٹہ،ملحفہ اور درج۔

۳۔متوفی عورت کے سر کے بالوں کا حکم

عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائی جائیں گی اورانھیں پیچھے ڈال دیا جائے گا۔اس کی دلیل حضرت ام عطیہؓ کی حدیث ہے،جنھوں نے بنت رسولؐ کو غسل دیا تھا۔وہ کہتی ہیں:

''ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں اور پیچھے ڈال دیا۔''(بخاری:۱۲۶۳)

۴۔خواتین کا جنازہ کے پیچھے چلنا

حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے۔فرماتی ہیں:

نهیناعن اتباع الجنائز،ولم یعزم علینا۔ (بخاری:۱۲۷۷)

''ہمیں جنازہ کے پیچھے جانے سے منع کیا گیا،البتہ ہم پرسختی نہیں کی گئی۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کی تشریح (مجموع فتاویٰ:۳۵۵/۲۴) میں اس طرح کی ہے:

''اس سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ نہی کو مؤکد نہیں کیا گیا ہے،اور یہ چیز حرمت کی نفی نہیں کرتی ہے،ممکن ہے حضرت ام عطیہؓ نے گمان کرلیا ہو کہ نہی حرمت کی نہیں ہے۔ بہرحال دلیل نبی کریمؐ کا قول بنے گا،نہ کہ کسی کا گمان۔''

۵۔عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی حرمت

عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لعن زوارات القبور۔ (ترمذی:۱۰۵۶)

''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ اگر عورت کے لیے زیارتِ قبر کا دروازہ کھول دیا جائے تو اس سے جزع فزع اور نوحہ وفغاں کی راہ کھلے گی، اس لیے کہ عورت کم زور پیدا ہوئی ہے۔اس میں صبر کی قلت اور آہ وبکا کی کثرت پائی جاتی ہے۔مزید برآں اس کا رونا میت کی اذیت کا سبب ہے اور اس کی آواز اور اس کی صورت مردوں کو فتنہ میں مبتلا کرے گی، جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

فانکن تفتن الحی وتؤذین المیت

''بلاشبہ تم عورتیں زندوں کو فتنہ میں ڈالتی ہو اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔''

''جب عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام امور میں واقع ہونے کا سبب ہے، خود ان کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی اور حکمت بھی یہاں غیر متعین ہے تو ایسی صورت میں اس مقدار کو متعین نہیں کیا جاسکتا جو حرام میں واقع نہ ہونے دے۔عورت کے زیارتِ قبر کی مصلحت صرف میت کے لیے دعا ہے اور یہ کام وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے کرسکتی ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ:۲۴/۳۵۵۔۳۵۶)

۶۔نوحہ کرنے کی حرمت

نوحہ سے مراد آواز بلند کرکے میت پر رونا، کپڑے پھاڑنا، رخسار پر طمانچہ مارنا، بال نوچنا، چہرے کو سیاہ کرنا اور خراش لگانا، میت پر جزع فزع کرنا اور دیگر ایسے کام کرنا جو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور اس کی مقرر کی ہوئی تقدیر پر عدمِ اطمینان ظاہر کریں، نیز صبر جس کی تلقین کی گئی ہے وہ معدوم ہو تو یہ سب حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعا بدعویٰ الجاهلیة۔ (بخاری: ۱۲۹۴)

”وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پر طمانچہ مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار لگائے۔“

اسی طرح آپؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے مصیبت کے وقت واویلا کرنے، بال کاٹنے اور کپڑے پھاڑنے والی عورت سے براءت ظاہر کی ہے۔ (مسلم: ۱۰۵)

ایک حدیث میں ہے:

انه صلی اللّٰه علیه وسلم لعن النائحة والمستمعة (ابوداؤد: ۳۱۲۸)

”آپؐ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔“

پس ہر مسلم عورت کے لیے واجب ہے کہ مصیبت کے وقت اس عملِ حرام سے اجتناب کرے اور صبر واستقامت کی روش اختیار کرے تاکہ آزمائش ومصیبت اس کے لیے گناہوں سے تکفیر اور نیکیوں میں اضافہ کا ذریعہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرة: ۱۵۵ تا ۱۵۷)

”اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ ”ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔“ انہیں خوش خبری دے دو، ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں۔“

البتہ رونا اس وقت جائز ہے جب اس کے ساتھ نوحہ نہ ہو اور نہ دیگر حرام افعال کا ارتکاب کیا جائے اور نہ انسان اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے بے اطمینانی ظاہر کرے، اس لیے کہ رونا دل کی نرمی اور میت سے محبت وہمدردی کی وجہ سے ہوتا ہے اور بسا اوقات اس پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ اس لیے رونا مباح ہے اور کبھی یہ مستحب ہو جاتا ہے۔

باب ہفتم

روزے سے متعلق احکام

عربی زبان میں 'صام یصوم صوما و صیاما' کے معنی کسی چیز سے رک جانے اور ترک کردینے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے رک جانے کو صیام (روزہ) کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ روزے دار کے لیے کچھ دیگر حدود وقیود قرآن وحدیث میں ذکر کی گئی ہیں، جن کو عائد کرنے سے شریعت کا مقصد اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے اندر تقویٰ پیدا کرنا ہے، جس کے ذریعے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے جذبات وخواہشات کو قابو میں رکھ سکیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرة: ۱۸۳)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔"

اس آیت کریمہ کی رو سے رمضان المبارک کے روزے ہر مسلم مرد وعورت پر واجب ہیں اور یہ اسلام کے ان پانچ بنیادی ارکان میں سے ہیں جن پر دین کی مضبوط عمارت قائم ہے۔ اس باب میں روزوں کے تعلق سے خواتین کے لیے کچھ مخصوص احکام بیان کیے جائیں گے۔

جب لڑکیاں سنِ بلوغ کو پہنچ جائیں یعنی علامت بلوغت (حیض) ظاہر ہوجائے، تو ان پر روزہ فرض ہوجاتا ہے۔ کبھی بچیاں کم عمری (تقریباً نو سال) ہی میں بالغ ہوجاتی ہیں۔ اور مائیں ان پر کم عمری کی بنا پر روزہ فرض نہ سمجھتے ہوئے انھیں روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیتی ہیں۔ اسے ارکان اسلام کے بارے میں ان کی کوتاہی تصور کی جائے گی۔ لہٰذا خواتین کو معلوم ہونا چاہیے کہ آغازِ حیض کے بعد ہر رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا واجب ہوجاتی ہے۔

روزہ چھوڑنے کی رخصت

رمضان کے روزے ہر مسلمان، عاقل، بالغ، تندرست اور مقیم مرد وعورت پر فرض ہیں۔ رہے مسافر اور مریض تو انھیں روزے ترک کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ دوسرے ایام میں ان پر ان کی قضا واجب ہوگی۔ اس لیے کہ فرمان الٰہی ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط (البقرۃ:۱۸۵)

''لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔''

اسی طرح وہ لوگ جو ضعیف یا دائمی مریض ہوں، اور آئندہ زمانہ میں ان کی صحت یابی کی توقع نہ ہو تو انھیں بھی روزہ ترک کرنے کی اجازت ہے۔ ایسے لوگ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ط (البقرۃ:۱۸۴)

''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مطابق اس سے مراد وہ ضعیف العمر لوگ ہیں، جن کے شفایاب ہونے کی امید نہیں ہوتی۔ (بخاری:۴۵۰۵)

اس میں وہ مریض بھی داخل ہوں گے جن کے مرض لاعلاج قرار پا چکے ہوں، لہٰذا ان پر روزوں کی قضا نہیں ہے۔ اس آیت میں لفظ 'یطیقونہ' کا مطلب ہے:

''جو لوگ مشکل سے طاقت رکھتے ہیں۔''

خواتین کو رمضان المبارک میں چند درج ذیل خاص وجوہ سے روزے ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے، البتہ ان روزوں کی قضا دوسرے ایام میں ان پر واجب ہوگی۔

ا۔ حیض ونفاس

ان دونوں حالتوں میں عورت کے لیے روزہ رکھنا ممنوع ہے لیکن دوسرے ایام میں قضا لازم ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

''ہم کو روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔''

(مسلم: ۳۳۷)

یہ بات انھوں نے اس وقت فرمائی جب ایک عورت نے ان سے سوال کیا کہ'' حائضہ کو کیوں روزوں کی قضا کا حکم دیا گیا، جب کہ اسے نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا؟'' حضرت عائشہؓ نے واضح کیا کہ'' اس کا تعلق تو حقیقی امور سے ہے یعنی ان میں صرف حکم کی اتباع کی جاتی ہے۔ اس کی علت جاننے کی کوشش نہیں کی جاتی۔

۲۔ حمل ورضاعت (دودھ پلانا)

اگر عورت حاملہ ہو یا بچے کو دودھ پلاتی ہو اور ان دونوں صورتوں میں روزہ رکھنے سے عورت یا اس کے بچے یا ان دونوں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسے روزہ ترک کرنے کی اجازت ہے۔ اگر یہ ضرر صرف بچے کو پہنچ رہا ہے تو عورت چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ (یہ شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک ہے، حنفیہ کے نزدیک فدیہ ضروری نہیں، مالکیہ کے نزدیک حاملہ کے ذمہ قضا اور فدیہ دونوں ضروری ہیں۔ دودھ پلانے والی عورت کے ذمہ صرف قضا ہے۔ اگر ضرر صرف عورت کو ہو تو اسے صرف روزوں کی قضا کرنی ہوگی۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت دونوں اس ارشاد باری کے عموم میں داخل ہیں:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ (البقرۃ: ۱۸۴)

کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''اس آیت کے مفہوم میں حاملہ و مرضعہ دونوں شامل ہیں۔ جب کہ خود انھیں یا ان کے بچوں پر ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔''

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''اگر حاملہ کو اندیشہ ہو کہ اس کے جنین کو ضرر پہنچ جائے گا تو وہ روزہ نہیں رکھے گی اور ان کی قضا کرے گی، ساتھ ہی ہر روزے کے بدلے غلہ کا ایک رطل صدقہ کرے گی۔''

(مجموع فتاویٰ: ۲۵/۳۱۸)

روزوں کے تعلق سے چند امور اور قابل ذکر ہیں:

☆ اگر عورت کو متعینہ وقت کا خون آئے اور اس کا حیض ہونا ثابت نہ ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔ استحاضہ کے سبب روزہ نہ رکھنا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔

علامہ ابن تیمیہؒ حائضہ کے ترک صوم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''استحاضہ کی یہ حالت کب تک رہے گی اس کی کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی اور اس سے بچنا بھی ممکن نہیں ہے۔ جس طرح قے کا معاملہ ہے، اسی طرح زخموں اور پھوڑوں سے خون نکلنا، احتلام اور نکسیر پھوٹنا وغیرہ ہیں جن کے لیے نہ وقت متعین ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے بچنا ممکن ہے تو یہ چیزیں روزے کے منافی نہیں ہیں۔

☆ جب حائضہ، حاملہ اور مرضعہ کسی عذر کی وجہ سے روزے ترک کردیں تو اس کی قضا واجب ہے اور اس میں جلدی کرنا افضل ہے، یہاں تک کہ اگر دوسرے رمضان کی آمد میں چند ہی ایام باقی رہ گئے ہوں تو بھی سابقہ روزوں کی قضا کرنا واجب ہے۔ یہی حکم ان لوگوں کے لیے بھی ہوگا جنھوں نے سفر یا مرض کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں۔

☆ عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ نفلی روزے بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے رکھے جب کہ وہ موجود ہو۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے روزے رکھے۔'' (بخاری: ۵۱۹۲)

احمد اور ابوداؤد میں 'الا رمضان' کا اضافہ ہے۔ یعنی رمضان کے روزوں کے لیے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر عورت نے اپنے شوہر سے نفلی روزے کی اجازت لے لی ہو، یا شوہر موجود نہ ہو، یا عورت کسی کی زوجیت ہی میں نہ ہو تو اس کے لیے نفلی روزوں کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ مثلاً

دوشنبہ اور جمعرات کے روزے۔ ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے، شوال کے چھ روزے، ذی الحجہ کے دس روزے، عرفہ کا روزہ، عاشورہ کا روزہ، جس کے ساتھ ایک دن قبل یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھا جائے۔ ان تمام کے تعلق سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔

البتہ ان تمام روزوں میں یہ امر ملحوظ رہے کہ جس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے قضا روزوں کی تکمیل کرلے۔

☆ ماہ رمضان میں جب حائضہ دن کے کسی حصہ میں پاک ہو جائے تو (باوجود اس کے کہ وہ اس دن کے روزوں کی قضا کرے گی) اپنے آپ کو باقی اوقات میں کھانے پینے سے روکے رکھے، یہ صرف رمضان کے احترام کی بنا پر ہے۔

باب ہشتم

احکامِ حج

بیت اللہ الحرام کا ہر سال حج کرنا امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہے۔ اور ہر اس مسلمان پر جس میں حج کی شرائط پائی جائیں، پوری عمر میں ایک بار حج کرنا فرض ہے اور اس سے زیادہ نفل ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (آل عمران: ۹۷)

”لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔“

حج کو حدیث مبارکہ میں مسلم خواتین کے لیے جہاد کے مثل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

”یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ ان پر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں ہے۔ وہ ہے حج و عمرہ۔“ (ابن ماجہ: ۲۹۰۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم جہاد کو افضل عمل سمجھ رہے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: افضل جہاد حج مبرور ہے۔“ (بخاری: ۱۵۲۰)

حج کے وہ احکام جو عورت کے لیے خاص ہیں:

۱۔ محرم

حج کے کچھ عمومی شرائط ہیں جو مرد اور عورت دونوں کے لیے ہیں، جیسے مسلمان ہونا، عاقل ہونا، آزاد ہونا، بالغ ہونا اور صاحب مال ہونا۔ کچھ شرائط عورت کے لیے خاص ہیں۔ ان

میں سے پہلی شرط محرم کی موجودگی ہے جس کے ساتھ وہ سفر کر سکے جیسے شوہر یا دوسرے محرم رشتہ دار، جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ جیسے باپ، بیٹا، بھائی، رضائی بھائی، سوتیلا باپ اور سوتیلا بیٹا وغیرہ۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں نہ رہے مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار ہو، اور عورت سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ کوئی محرم ہو، یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا، اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میری بیوی حج کے لیے نکل رہی ہے اور میں نے فلاں غزوہ کے لیے نام لکھوالیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ، اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔'' (مسلم: ۱۳۴۴)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ (مسلم: ۲۳۸۹)

مزید براں محرم کے لیے شرط ہے کہ وہ عاقل، بالغ اور مسلم ہو، پس اگر محرم کا وجود ممکن نہ ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ کسی کو نائب بنادے، جو اس کے بدلے حج کرے۔

۲۔ اجازت و نیابت

اگر حج نفل ہو تو شوہر کی اجازت ضروری ہے، اس لیے کہ حج کی وجہ سے اس کے شوہر کا حق فوت ہو جائے گا۔ ابن المنذرؒ نے کہا ہے:

''اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شوہر کو حج تطوع سے منع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس لیے کہ حق زوج واجب ہے اور غیر واجب کے لیے واجب کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔''

۳۔ حج و عمرہ میں عورت کے لیے مرد کی نیابت کرنا درست ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (مجموع الفتاویٰ: ۲۶/ ۱۳ میں) رقم طراز ہیں:

> ''عورت کے لیے دوسری عورت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے، خواہ وہ اس کی بیٹی ہو یا کوئی اور، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔''

اسی طرح عورت کا مرد کی جانب سے حج کرنا ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ نبیؐ نے ایک خشعمی عورت کو اس کے والد کے بدلے حج کرنے کا حکم دیا۔ جب کہ اس نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسولؐ! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور یہ

فریضہ میرے والد کے لیے بھی ثابت ہوتا ہے۔ تو آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ اپنے والد کی جانب سے حج کرے باوجود اس کے کہ عورت کا احرام مرد کے احرام سے مختصر ہے۔

۴۔ حیض یا نفاس

اگر عورت کو حج کے سفر میں حیض یا نفاس لاحق ہو جائے تو دیگر خواتین کی طرح وہ بھی احرام باندھے گی۔ اس لیے کہ احرام کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ المغنی (۳/ ۲۹۳-۲۹۴) میں ہے:

''احرام کے لیے غسل کرنا خواتین کے لیے بھی اسی طرح مشروع ہے جس طرح مردوں کے لیے، اس لیے کہ یہ حج کے مناسک میں سے ہے۔ حائضہ اور نفساء کے حق میں مزید اس کی تاکید ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے:

''ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس کے یہاں محمد بن ابی بکر کی پیدائش ہوئی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں؟ آپؐ نے جواب دیا: غسل کر لو اور ضرورت کے حساب سے تیار ہو کر احرام باندھ لو۔'' (سنن دارمی: ۱۸۵۰)

دوسری حدیث عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حائضہ اور نفساء جب میقات پر پہنچ جائیں تو احرام باندھ لیں اور تمام مناسک حج کو ادا کریں، سوائے خانہ کعبہ کے طواف کے۔'' (ابوداؤد: ۱۷۴۴)

۵۔ غسل اور صفائی

عورت احرام کے وقت وہ سب کچھ انجام دے گی جو مرد انجام دیتے ہیں مثلاً نہانا دھونا اور ناخن وغیرہ تراشنا، تا کہ حالت احرام میں وہ اس کی محتاج نہ ہو۔ اسی طرح ہلکی خوشبو کے استعمال میں بھی اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں:

''ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلتے تھے تو احرام کے وقت اپنی پیشانی پر مشک کی پٹی باندھ لیتے تھے۔ پس جب کسی کو پسینہ ہوتا تو مشک اس کے چہرے پر بہتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے تو ہمیں منع نہ فرماتے۔'' (ابوداؤد: ۱۸۳۰)

۶۔نقاب

عورت احرام کی نیت کے وقت برقع اور دستانے نہ پہنے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر جس میں آپؐ نے فرمایا:

''احرام والی عورت نقاب نہیں پہنے گی۔'' (بخاری:۱۸۳۸)

'نقاب' سے مراد وہ کپڑا ہے جس میں دیکھنے کے لیے دو سوراخ ہوں۔ عربی میں 'نقب' کے معنی سوراخ کے ہیں۔ برقع سے مراد وہ کپڑا ہے جو انسان کے پورے بدن کو ڈھانکتا ہے۔

فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت نامحرم مردوں سے پردہ کے لیے اپنے چہرے کو دوپٹہ یا کسی کپڑے سے پوشیدہ رکھے، اس لیے کہ یہ ستر میں سے ہے اور حالت احرام میں بھی اس کو ڈھاکنا واجب ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''عورت مکمل طور سے پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا لباس پہنے جو اس کی مکمل ستر پوشی کرے، لیکن نبی کریمؐ نے نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ پس اگر عورت کسی ایسی چیز سے چہرہ ڈھانک لے یا آڑ کر لے جو چہرے کو نہ چھوئے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اگر وہ چہرے کو چھوئے، تو بھی درست اور جائز ہے۔ عورت جس چیز سے پردہ کر رہی ہے اس کو لکڑی، ہاتھ یا کسی اور چیز کے ذریعے چہرے سے الگ رکھنے کا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات چہرے سے الگ رکھنے کا اہتمام کیے بغیر اپنے چہروں پر پردہ کے لیے کپڑا لٹکاتی تھیں اور اہل علم میں سے کسی نے آپؐ کی طرف منسوب کر کے یہ بات نہیں کہی ہے:

''عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔'' یہ صرف بعض سلف سے منقول ہے۔

علامہ ابن القیم نے تہذیب السنن (۲/ ۳۵۰) میں لکھا ہے:

''احرام باندھنے کے بعد عورت اپنا چہرہ ضرور کھلا رکھے، اس سلسلے میں نبیؐ سے ایک لفظ بھی مروی نہیں ہے۔ ہاں آپؐ نے نقاب ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔''

آگے لکھا ہے: حضرت اسماءؓ سے ثابت ہے کہ وہ حالت احرام میں اپنا چہرہ چھپاتی تھیں اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں تھے۔ سوار ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنے کپڑے سے چہرہ ڈھک لیتے تھے اور جب وہ آگے نکل جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔'' (مسند احمد: ۱۵۶۵)

۷۔ لباس

عورت کے لیے حالت احرام میں ہر وہ لباس پہننا جائز ہے جو عام طور پر خواتین پہنتی ہیں، مگر اس میں زینت نہ ہو، وہ مردوں کے لباس سے مشابہ نہ ہو، تنگ اور چست نہ ہو کہ اس سے عورت کے اعضاء نمایاں ہوں، نہ ہی اتنا باریک ہو کہ ستر پوشی ممکن نہ ہو اور نہ اس قدر چھوٹا ہو کہ ہاتھ پیر کھلے رہتے ہوں بلکہ لباس مکمل، موٹا اور کشادہ ہو۔ اسی طرح عورت کے لیے کسی متعین رنگ کا کپڑا پہننا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ سبز، سرخ اور سیاہ یا کسی بھی رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے جو عام طور پر خواتین پہنتی ہیں۔

۸۔ تلبیہ

عورت کے لیے احرام کے بعد تلبیہ سنت ہے، اسی قدر آواز کے ساتھ جس کو وہ خود سن سکے۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے:

''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت تلبیہ میں اپنی آواز کو بلند نہ کرے، فتنہ کے اندیشے سے اس کا آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔'' (المغنی: ۲/ ۳۳۰۔۳۳۱)

۹۔ استلام

دوران طواف عورت کے لیے واجب ہے کہ مکمل ستر پوشی اختیار کرے، آواز ہلکی رکھے، نگاہیں پست ہوں اور مردوں کے ساتھ مزاحم ہونے سے بچے، خاص طور سے رکن یمانی یا حجر اسود کے پاس۔ عورت کا بھیڑ بھاڑ سے بچتے ہوئے مطاف (طواف کی جگہ) کے کنارے کنارے طواف کرنا زیادہ افضل ہے، بہ نسبت اس کے کہ وہ مزاحمت کے ساتھ کعبہ کے قریب سے طواف کرے۔ مردوں سے مزاحم ہونا اس کے لیے حرام ہے۔ رہا کعبہ سے قریب ہونا اور حجر اسود کا بوسہ لینا تو بہ سہولت اسے انجام دینا سنت ہے۔

امام نوویؒ المجموع (۸/ ۳۸) میں تحریر کرتے ہیں:

''ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ عورتوں کے لیے حجر اسود کا بوسہ صرف اس وقت مستحب ہے جب کہ مطاف خالی ہو، خواہ رات میں یا کسی اور وقت۔ بصورت دیگر اس میں خود ان کے لیے بھی ضرر ہے اور دوسروں کے لیے بھی۔

۱۰۔ سعی

ابن قدامہؒ نے المغنی (۳/ ۲۹۴) میں لکھا ہے:

''عورت کے لیے طواف وسعی میں صرف چلنا ہے، دوڑنا نہیں ہے۔''

ابن المنذرؒ لکھتے ہیں:

''اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے طواف کعبہ اور سعی صفاومروہ کے دوران رمل نہیں ہے اور نہ ان کے لیے اضطباع ہے، اس لیے کہ ان دونوں اعمال میں اعضاء نمایاں ہوتے ہیں، جب کہ عورت کو ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔''

۱۱۔ حائضہ عورت کے لیے مباحات اور ممنوعات

حائضہ عورت تمام مناسک حج ادا کرے گی، مثلاً احرام، وقوفِ عرفہ، مزدلفہ میں رات گزارنا اور رمی جمار کرنا، البتہ وہ خانہ کعبہ کا اس وقت تک طواف نہیں کرے گی جب تک پاک نہ ہو جائے۔ حدیث میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کو حیض آ گیا تو آپؐ نے فرمایا:

''تم وہ سب کچھ کرو جو حجاج کرام کرتے ہیں مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا، یہاں تک کہ پاک ہو جاؤ۔'' (بخاری: ۱۶۵۰)

دوسری روایت ہے:

''تم وہ تمام مناسک پورے کرو جو حجاج کرام کرتے ہیں مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا، یہاں تک کہ غسل کرلو۔''

اس طرح وہ سعی بین الصفا والمروہ بھی نہیں کرے گی۔ اس لیے کہ سعی طواف کے بعد ہی کی جاتی ہے۔ نبی کریمؐ نے ہمیشہ طواف کے بعد ہی سعی کی ہے۔ امام نووی نے المجموع (۸/ ۸۲) میں لکھا ہے:

''طواف سے قبل سعی کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ جمہور علماء جن میں مالک، ابوحنیفہ اور احمد بھی ہیں۔ کا بھی یہی مسلک ہے۔''

البتہ اگر عورت طواف مکمل کر چکی تھی کہ حیض ظاہر ہوا تو وہ اسی حالت میں سعی کر سکتی ہے، اس لیے کہ سعی کے لیے طہارت کی شرط نہیں ہے۔

مغنی (۵/۲۴۶) میں ہے کہ اکثر اہل علم کے مطابق سعی کے لیے طہارت کی شرط نہیں ہے ان میں عطا، امام مالک، امام شافعی اور ابوثور (رحمہم اللہ) وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''جب عورت بیت اللہ کا طواف کرے اور دو رکعت نماز پڑھ لے، پھر حائضہ ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صفا و مروہ کا طواف کرے۔''

۱۲۔ رمی

خواتین کے لیے جائز ہے کہ چاند ڈوب جانے کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں اور منی پہنچ کر جمرہ عقبہ کی رمی کر لیں۔ (ازدحام سے بچنے کے لیے)

امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار (۵/۷۰) میں لکھا ہے:

''دلائل سے ثابت ہے کہ رمی کا وقت عام لوگوں کے لیے طلوع شمس کے بعد ہے البتہ جن کے لیے رخصت ہے، مثلاً کمزور لوگ اور عورتیں تو ان کے لیے اس سے پہلے بھی جائز ہے۔

۱۳۔ قصر

عورت حج و عمرہ کے لیے چند انگلیوں کے بقدر اپنے بالوں کو کاٹے گی، حلق یعنی سر منڈانا اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنے سر کو منڈوائے۔ (ترمذی: ۹۱۴)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خواتین کے لیے حلق (جڑ سے بال کاٹنا) نہیں ہے، ان کے لیے صرف تقصیر (بال چھوٹا کرنا) ہے۔ (ابوداؤد: ۱۹۸۴)

۱۴۔ فدیہ

حائضہ عورت بھی رمی جمرۃ عقبہ اور تقصیر کے بعد احرام کھول دے گی اور اس کے بعد اس کے لیے وہ سب حلال ہو جائے گا جو احرام کی وجہ سے حرام تھا۔ البتہ وہ طواف افاضہ سے

پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اگر اس نے شوہر کے لیے خود کو حلال کرلیا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا۔

١۵۔طوافِ وداع

اگر عورت طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہوجائے تو طواف وداع اس سے ساقط ہوجائے گا، جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

''صفیہ بنت حیی طوافِ افاضہ کے بعد حائضہ ہوگئیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا وہ ہم کو روک رہی ہیں؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ طواف افاضہ کرچکی ہیں، پھر حائضہ ہوئی ہیں تو آپ نے فرمایا: پس وہ چلی چلیں، ان کے لیے اجازت ہے۔'' (مسلم:١٢١١)

١٦۔زیارتِ مسجدِ نبوی

خواتین کے لیے مسجد نبویؐ کی زیارت اور اس میں نماز ودعا مستحب ہے، لیکن قبر کی زیارت ان کے لیے جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان کو زیارتِ قبور سے منع کیا گیا ہے۔

شیخ عبداللہ بن بازؒ نے لکھا ہے:

''جو شخص مسجد نبوی کی زیارت کرے اسے قبر نبوی کی زیارت بھی کرنی چاہیے۔ لیکن یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔ رہیں خواتین تو ان کے لیے زیارتِ قبور جائز نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریمؐ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔''

رہا مسجد رسولؐ میں نماز کے لیے مدینہ کا قصد کرنا اور اس میں دعائیں مانگنا، یہ مردوں اور عورتوں سب کے لیے یکساں مشروع ہے۔

باب نہم

نکاح وطلاق کے احکام

نکاح ہرانسان کی بنیادی ضرورت ہے اور یہ نسل انسانی کی بقا کا ذریعہ بھی ہے۔ عصمتوں کی حفاظت اور معاشرہ کی تطہیر اسی کے ذریعے ممکن ہے۔نکاح کے ذریعے نامحرم مرد وعورت ایک دوسرے کے لیے حلال ہوتے ہیں اور ہر ایک سے دوسرے کے حقوق وابستہ ہوجاتے ہیں۔ اسلام نے اس کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۝

(النور:۳۲)

’’تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کردو۔اگر وہ غریب ہیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا۔اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔‘‘

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡهَا وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝

(الروم:۲۱)

’’اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔‘‘

آیات کریمہ نکاح کے حکم کو ثابت کررہی ہیں۔اسی لیے علماء کے ایک گروہ نے ہر اس شخص کے لیے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو، نکاح واجب قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک آپؐ کا یہ قول بھی نکاح کے وجوب پر حجت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یامعشر الشباب، من استطاع منکم الباء ة فلیتزوج، فانه أغض للبصر وأحصن للفرج،ومن لم یستطع فعلیه الصوم، فانه له وجاء۔ (بخاری:۵۰۶۶)

''اے گروہ نوجوانان! تم میں سے جو شخص نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اس کو نکاح کرلینا چاہیے، کیوں کہ یہ نگاہ کو پست اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی چیز ہے۔ اور جو استطاعت نہ رکھے اسے چاہیے کہ روزے رکھے، بلاشبہ یہ نفس کو قابو میں رکھنے کا ذریعہ ہے۔''

مزید یہ کہ نکاح کو مال داری کا سبب بھی بتایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

(النور:۳۲)

''اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا۔اللہ تعالیٰ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ نے تم کو نکاح کا حکم دیا ہے، تم اس کی اطاعت کرو۔اس پر اس نے مال داری کا وعدہ کیا ہے، وہ اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔''

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نکاح کے ذریعے مال داری کو تلاش کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ مجموع الفتاویٰ (۹۰/۳۲) میں رقم طراز ہیں:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے نکاح اور طلاق کو مباح کیا ہے اور مطلقہ سے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت دی ہے (جب کہ کسی دوسری جگہ نکاح کے بعد اسے طلاق ہوگئی ہو۔) جب کہ بعض نصاریٰ نکاح کی مطلق حرمت کے قائل ہیں۔اور جو اسے مباح قرار دیتے ہیں

انھوں نے طلاق کی اجازت نہیں دی ہے۔ یہود طلاق کو مباح کرتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک مطلقہ دوسرے مرد سے نکاح کر لینے کے بعد (طلاق کی صورت میں) پہلے شوہر کے لیے حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے یہاں طلاق نہیں ہے اور یہود کے یہاں طلاق کے بعد اگر عورت مرد سے نکاح کر لے اور وہ بھی اسے طلاق دے دے تو اس صورت میں پہلے شوہر کے لیے وہ حلال نہیں ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے یہ سب کچھ مباح کیا ہے۔''

علامہ ابن قیمؒ نے الھدی النبوی (۱۴۹/۳) میں نکاح کے تین بنیادی مقاصد ذکر کیے ہیں۔

(۱) نسل انسانی کی حفاظت اور تسلسل۔

(۲) جسم سے اس مائیت کا اخراج، جس کا رکنا اس کے لیے ضرر رساں ہو۔

(۳) جنسی خواہش کی تکمیل اور لذت کا حصول۔

پس نکاح بہت سے منافع کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

☆ یہ زنا اور اس کے محرکات سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ اولاد کے حصول اور نسب کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

☆ زوجین کے لیے سکون وطمانیت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

☆ صالح خاندان کی تشکیل کرتا ہے، جو مسلم معاشرہ کی بنیادی اینٹ ہے۔

☆ نکاح کے ذریعے عورت کی کفالت اور عصمت وعفت کی حفاظت ہوتی ہے۔ عورت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ گھر کے اندرونی امور کو انجام دے۔

ان اصولوں پر آج دشمنانِ اسلام اعتراض کرتے ہیں اور عورت کو گھر سے نکال کر مرد کے شانہ بشانہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ خاندانی نظام کو درہم برہم کرنا اور عورت کو اس کے اصل دائرہ کار سے غافل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے سبب آج کل بہت سے خاندانوں میں زوجین کے درمیان ناچاقی پیدا ہوتی ہے۔ جس کا انجام بسا اوقات جدائی ہوتا ہے۔ یا اگر وہ ایک ساتھ رہتے ہیں تو ان کے درمیان منافرت اور دوری باقی رہتی ہے۔

شیخ محمد امین الشنقیطی اپنی تفسیر اضواء البیان (۴۲۲/۳) میں لکھتے ہیں:

''دشمنانِ اسلام کا یہ خیال عقل ودین کے بالکل منافی اور وحی الٰہی سے متضاد ہے کہ مرد

اور عورتیں زندگی کے تمام معاملات میں برابر ہیں۔ اس خیال کی وجہ سے انسانی معاشرے میں جو فساد و خلل برپا ہے وہ کسی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو کچھ خاص صفات سے متصف کیا ہے۔ جو صرف اسی کے لیے سزاوار ہیں جیسے حمل، دودھ پلانا اور امور خانہ کی انجام دہی وغیرہ۔ یہ کام عورت گھر میں رہتے ہوئے اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کے ساتھ انجام دیتی ہے۔ اسی میں اس کی عزت افزائی اور تکریم ہے۔ یہ خدمات مرد کی خارجی ذمہ داریوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔

آج مخالفینِ اسلام عورت کے حقوق کی بات کرتے ہیں اور اس کی فطری ذمہ داریوں کے ساتھ اسے بیرون خانہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی تلقین کرتے اور ترغیب دیتے ہیں، جس کا نتیجہ دین ومروءت کے ضیاع کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اندرونِ خانہ امور بھی متاثر ہوتے ہیں۔"

پس خواتینِ اسلام اس کھوکھلے نعرے سے دھوکہ نہ کھائیں، جس کا انجام ناکامی اور فساد ہو۔

نکاح میں عورت کی رائے کی حیثیت

جس کا نکاح پیش نظر ہے اس کی تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت ضرور ہوگی۔ یا تو وہ نابالغ اور کنواری ہوگی، یا بالغ اور کنواری ہوگی، یا شوہر دیدہ ہوگی۔ ہر ایک کا الگ الگ حکم ہے۔

(۱) نابالغ اور کنواری لڑکی کا نکاح اس کے والدین اس کی مرضی معلوم کیے بغیر کرسکتے ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کا نکاح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی اور جب ان کی رخصتی کی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ (بخاری: ۵۱۳۳، مسلم: ۱۴۲۲)

امام شوکانی نیل الاوطار (۶/ ۱۲۸۔۱۲۹) میں لکھتے ہیں:

"یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ باپ اپنی بیٹی کا نکاح بلوغت سے پہلے کرسکتا ہے۔ نیز یہ اس پر بھی دلیل ہے کہ چھوٹی لڑکی کا نکاح اس کی عمر سے بڑے لڑکے سے کرنا جائز ہے۔"

(۲) بالغ کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے ہونا چاہیے۔ اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یارسول اللّٰہ،فکیف إذنہا،
قالً : أن تسکت۔ (بخاری:۶۶ ۷ ۴)

''کنواری لڑکی کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔
پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! اس سے اجازت کیسے لی جائے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی اجازت یہ ہے کہ وہ خاموش رہے۔''

لہٰذا علماء کے صحیح قول کے مطابق بالغ کنواری لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے، خواہ نکاح کرانے والا اس کا باپ ہو۔

(۳) شادی شدہ عورت سے نکاح ثانی کے وقت اجازت لینا ضروری ہے اور اس کی اجازت باآواز ہونی چاہیے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ مجموع الفتاویٰ (۳۲/۳۹-۴۰) میں تحریر فرماتے ہیں:
''کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ عورت کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ پس اگر عورت اس رشتہ کو ناپسند کرے تو اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ چھوٹی کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کیا جا سکتا ہے، رہی بالغہ شوہر دیدہ عورت تو اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اس کا حق نہ تو باپ کو ہے اور نہ دیگر کسی رشتہ دار کو، اس پر اجماع ہے۔ اسی طرح کنواری بالغہ کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے، البتہ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اجازت لینا واجب ہے یا سنت؟
صحیح قول کے مطابق اس سے اجازت لینا عورت کے ولی کے لیے واجب ہے۔ اس لیے عورت کے ولی کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور عورت کا نکاح کرانے میں اس کے جملہ مصالح پیش نظر رکھے۔

عورت کے نکاح میں ولی کی شرط اور اس کی حکمت

شوہر کے انتخاب کا حق عورت کو دیے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ نکاح کے سلسلے میں بالکل بے لگام ہے کہ وہ جس مرد سے چاہے نکاح کر لے، خواہ اس سے اس کے اعزہ واقارب کو ضرر ہی کیوں نہ لاحق ہو۔ بلکہ یہ ولی کی ماتحتی سے مقید ہے، جو اس کے اختیار وارادہ پر نگراں

ہوتا ہے، عورت کا نکاح کرانا اس کی ذمہ داری ہے۔ عورت بذات خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

أيماامرأة نكحت نفسها بغيرإذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل۔ (ترمذی:۱۱۰۲)

''کوئی بھی عورت جس نے بغیر اپنے ولی کی اجازت بذات خود اپنا نکاح کرلیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لانكاح الا بولي۔ (ترمذی:۱۱۰۱)

''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔''

درج بالا دونوں حدیثیں معنوی اعتبار سے ولی کے بغیر نکاح کی عدم صحت پر دلالت کررہی ہیں۔ امام ترمذی نے لکھا ہے:

اہل علم کا اسی پر عمل رہا ہے جن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ وغیرہ شامل ہیں۔ یہی فقہاء تابعین کا مسلک بھی ہے۔ شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ (المغنی:۶/۴۴۹)

اعلانِ نکاح کے لیے دف بجانا

نکاح کے اعلان کے لیے خواتین کا دُف بجانا مستحب ہے، لیکن اس میں موسیقی اور لہوولعب کے آلات کا استعمال نہ ہو۔ اور نہ لوچ دار آواز ہو۔ اس موقع پر عورتوں کے اشعار پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطے کہ ان کی آواز مردوں تک نہ پہنچے، جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت في النكاح۔

(نسائی:۳۳۶۹)

''نکاح کے معاملے میں حلال وحرام کے درمیان دف اور آواز کے ذریعے ہوگا۔''

امام شوکانیؒ نیل الاوطار (۲۰۰/۶) میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ حدیث دلیل ہے کہ نکاح میں خواتین کا دف بجانا، اور کچھ پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا جائز ہے، البتہ شر پر ابھارنے والے گانے، حسن و جمال پر مشتمل غزلیں، فسق وفجور پر مبنی کلام وغیرہ نکاح میں بھی ویسے ہی حرام ہوں گے جیسے دوسرے مواقع پر حرام ہیں۔"

نکاح کے موقع پر زیورات اور کپڑوں کی خریداری میں خواتین کا حد سے تجاوز کر جانا بھی ناپسندیدہ عمل ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ لا (الانعام:۱۴۱)

"اسراف نہ کرو بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

لہٰذا ضروری ہے کہ اعتدال کی روش اختیار کی جائے اور فخر ومباحات سے پرہیز کیا جائے۔

عورت کے لیے اطاعت شوہر کا وجوب اور اس کی معصیت کی حرمت

مسلم خواتین پر واجب ہے کہ معروف میں اپنے شوہر کی اطاعت کریں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلت المرأة خمسها، وصامت شهرها، وحصنت فرجها واطاعت بعلها، دخلت من أي أبواب الجنة شاءت۔

(صحیح ابن حبان: ۴۱۶۳)

"جب عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔"

دوسری حدیث حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يحل لامرأة أن تصوم وزوجها شاهد الّا باذنه، ولا تأذن في بيته الّا باذنه۔ (بخاری: ۵۱۹۵)

"کسی عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ (نفل) روزہ رکھے اس حال میں کہ اس کا

شوہر موجود ہو مگر اس کی اجازت سے ،اور کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، مگر شوہر کی رضامندی سے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا دعا الرجل امرأته الی فراشه فلم تاته،فبات غضبان علیها، لعنتها الملئکة حتی تصبح۔ (بخاری: ۳۲۳۷)

''اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے جس کی وجہ سے شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزارے تو فرشتے رات بھر اس پر لعنت کرتے ہیں۔''

شوہر کا اپنی بیوی پر یہ حق بھی ہے کہ وہ اس کے گھر کی دیکھ بھال کرے اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئوولة عن رعيتها۔

(بخاری: ۸۹۳)

''عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے۔اور اسی (رعیت) زیرنگرانی سے متعلق جواب دہ ہے۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاویٰ (۳۲/۲۶۰۔۲۶۱) میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء: ۳۴)

''پس جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔''

اس آیت کا تقاضا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی مطلق اطاعت کرے۔ سفر وحضر میں اس کی خدمت کرے اور اسے اپنے اوپر قدرت دے، جیسا کہ سنت نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں چند سوالات اور ان کے جوابات قابل ذکر ہیں:

سوال ۱: جب عورت اپنے شوہر کی طرف سے بے رغبتی محسوس کرے جب کہ خود اس کی معیت پر راضی ہو تو کیا کرے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ؕ (النساء:۱۲۸)

''جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں، بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کرلیں۔ صلح بہر حال بہتر ہے۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

جب عورت کو اپنے شوہر سے اعراض اور بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے نان ونفقہ میں سے کچھ حق ختم کردے اور شوہر کو چاہیے کہ اس کی پیش کش قبول کرلے۔ قرآن میں اس صلح کو خیر کہا گیا ہے۔ یعنی صلح جدائی سے بہتر ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہؓ کا عمل اس پر دلیل ہے جنھوں نے مصالحت کرتے ہوئے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر:۲/۴۰۶)

سوال ۲: جب عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرے اور اس کی معیت پر راضی نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: اس سلسلے میں حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (۱/ ۴۸۳) میں بیان کرتے ہیں:

''اگر زوجین میں تنازعہ ہو جائے اور عورت شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرے اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اسے حق حاصل ہے کہ شوہر کا دیا ہوا مال اس کو واپس دے کر خود کو آزاد کرائے، نیز شوہر کو چاہیے کہ اس کو قبول کرلے۔'' اس کو خلع کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ (البقرۃ:۲۲۹)

''اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرلے۔''

سوال ۳: اگر عورت اپنے شوہر سے بلا کسی عذر کے علیحدگی کا مطالبہ کرے تو اس پر کیا وعید آئی ہے؟

جواب: اس سلسلے میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أيما امرأة سألت زوجها طلاقها من غيرما بأس فحرام عليها رائحة الجنة۔ (ترمذی:۱۱۸۷)

''اگر کوئی عورت بلا کسی معقول سبب کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے گی تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

ایسا اس لیے ہے کہ حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ صرف شدید ضرورت کے تحت اس کو جائز رکھا گیا ہے۔ عورت طلاق کا مطالبہ اس صورت میں کر سکتی ہے جب کہ شوہر اس کے حقوق کی ادائیگی نہ کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط (البقرۃ:۲۲۹)

''یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔''

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ج فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ:۲۶،۲۷)

''جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں۔ ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ اگر انہوں نے رجوع کر لیا تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے اور اگر انہوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو تو جانے رہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

نکاح کے خاتمے پر عورت کے لیے عدّت کا وجوب

زوجین کے درمیان جدائی کی دو صورتیں ہیں:

(۱) طلاق (۲) وفات

دونوں صورتوں میں عورت کے لیے عدت گزارنا ضروری ہے، یعنی چند متعین ایام وہ اپنے آپ کو روکے رکھے گی اور دوسرا نکاح نہیں کرے گی۔

عدت کی حکمت

- استبراءِ رحم، یعنی یہ یقین حاصل کرنا کہ رحم مادر میں حمل نہیں ہے۔
- سابقہ نکاح کا احترام

- جدا ہونے والے شوہر کے حق کا احترام
- تا کہ شوہر کی جدائی کے اثرات ظاہر ہو سکیں۔

عدّت کی چار قسمیں ہیں

۱۔عدّتِ حاملہ: حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، خواہ عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو یا رجعی یا شوہر کی وفات ہوئی ہو۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق:۴)

''اور حاملہ عورتوں کی عدت کی حد یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔''

یعنی بچے کی پیدائش کے ساتھ عدت ختم ہو جائے گی خواہ مدت کم ہو یا زیادہ۔

۲۔اس مطلقہ عورت کی عدت جسے حیض آتا ہو: اس کی عدت تین حیض ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ (البقرۃ:۲۲۸)

''اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی وہ تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔''

(۳) وہ عورت جس کو حیض نہ آرہا ہو، خواہ کم عمری کی بنا پر یا کبرسنی (بڑھاپے) کی وجہ سے، اللہ نے ایسی عورتوں کی عدت متعین کر دی ہے۔ارشاد ہے:

وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ (الطلاق:۴)

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کے معاملہ میں اگر تم لوگوں کو شک لاحق ہو تو (تمہیں معلوم ہو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا بھی ہے جنھیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔''

(۴) وہ عورت جس کے شوہر کی وفات ہو گئی ہے۔ایسی عورت (بیوہ) کی عدت چار ماہ دس دن ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اور خواہ اس کی رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (البقرۃ:۲۳۴)

تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں۔ ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔''

عدت گزارنے والی عورت کے تعلق سے حرام چیزیں

۱۔ نکاح کا پیغام

اگر کسی عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو تو اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ وہ منکوحہ عورت کے حکم میں ہے اور شوہر کے تحفظ میں ہے۔

اگر طلاق رجعی نہ ہو تو عدت کے دوران صریحاً نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، البتہ اشارہ کنایہ میں نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ (البقرة:۲۳۵)

''زمانۂ عدت میں منگنی کا ارادہ تم اشارے کنائے میں ظاہر کر دو خواہ دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

۲۔ عدت کے دوران دوسرے سے نکاح

عدت کے دوران دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ط (البقرة:۲۳۵)

''عقد نکاح باندھنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو، جب تک عدت پوری نہ ہو جائے۔''

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عدت کے دوران اگر عورت نکاح ثانی کر لے تو نکاح درست نہیں ہوگا۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۵۰۹)

اس سلسلے میں چند مسائل قابل ذکر ہیں۔

الف:۔ جس عورت کو نکاح کے بعد خلوتِ صحیحہ کے بغیر طلاق دے دی جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ

اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَالَكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا ۚ (الاحزاب:۴۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے۔''

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے:

''یہ امر علماء کے درمیان متفق علیہ ہے کہ عورت کو جب نکاح کے فوراً بعد خلوت صحیحہ سے قبل طلاق دے دی جائے تو اس پر عدت نہیں ہے اور وہ فی الفور جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر:۵/۴۷۹)

ب: ایسی عورت کا اگر مہر متعین ہو تو اس کے لیے نصف مہر ہے۔ لیکن اگر مہر متعین نہ کیا گیا ہو تو اس کے لیے متعہ ہے یعنی کپڑا وغیرہ جو آسانی سے دیا جا سکتا ہو۔

اگر عورت کو خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی ہو تو اس کے لیے مہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَاجُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ مَالَمۡ تَمَسُّوۡهُنَّ اَوۡتَفۡرِضُوۡا لَهُنَّ فَرِيۡضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوۡهُنَّ ۚ عَلَى الۡمُوۡسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الۡمُقۡتِرِ قَدَرُهٗ ۚ (البقرۃ:۲۳۶)

''تم پر کچھ گناہ نہیں، اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو۔ اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے۔ خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق، غریب اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے۔ یہ حق ہے نیک آدمیوں پر''

وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَافَرَضۡتُمۡ (البقرۃ:۲۳۷)

''اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا۔''

۳۔ بیوہ عورت پر دورانِ عدت حرام چیزیں

(۱) خوشبو، خواہ وہ کسی بھی طرح کہ ہو۔ (بیوہ عورت خوشبو نہیں لگائے گی) اس کا

استعمال نہ وہ اپنے جسم پر کرے گی اور نہ کپڑوں پر۔ حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے:

''لاتمس طیبا'' (مسلم: ۱۴۹۳)

(۲) جسمانی زیب وزینت مثلاً خضاب، سرمہ، مہندی وغیرہ کا استعمال اس کے لیے ممنوع ہے، البتہ بطور علاج ان چیزوں کا استعمال جائز ہے۔

(۳) زرق برق کپڑوں کا استعمال ممنوع ہے بلکہ وہ سادہ کپڑے استعمال کرے گی۔

(۴) تمام طرح کے زیور اس کے لیے ممنوع ہیں حتی کہ انگوٹھی کا استعمال بھی جائز نہیں۔

(۵) اپنے شوہر کے گھر جہاں وہ بوقت وفات موجود تھی۔ اس کے علاوہ کہیں اور رات گزارنا ممنوع ہے اور بغیر کسی شرعی عذر کے اس گھر سے ہٹنا بھی درست نہیں ہے۔ نہ وہ کسی مریض کی عیادت کے لیے نکلے گی اور نہ کسی سہیلی یا رشتہ دار سے ملنے کے لیے جائے گی۔ اضطراری صورت میں صرف دن میں گھر سے نکلنا اس کے لیے مباح ہے۔

بیوہ عورت کے لیے درج بالا پانچ چیزوں کے علاوہ اور کوئی چیز ممنوع نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مجموع الفتاویٰ (۲۴/ ۲۷۔ ۲۸) میں تحریر فرماتے ہیں:

بیوہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مباح چیزوں مثلاً گوشت، میوہ جات اور مشروب وغیرہ کا استعمال کرے۔ اسی طرح اس کے لیے جائز ہے کہ گھر کے تمام کام عام خواتین کی طرح کرتی رہے۔ اسی طرح وہ پردے میں رہ کر ضرورتاً مردوں سے بات چیت بھی کر سکتی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس لیے کہ صحابیات کرام سے یہ ساری چیزیں ثابت ہیں۔ عوام کے درمیان جو باتیں مشہور ہوگئی ہے کہ عدت گزارنے والی عورت چاند سے اپنا چہرہ چھپائے، گھر کی چھت پر نہ جائے، مردوں سے بات نہ کرے اور اپنے محارم سے بھی پردہ کرے وغیرہ، ان کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

باب دہم

عزت وناموس کی حفاظت

دورِ حاضر میں عورت کی عزت وناموس غیر محفوظ ہے۔ یورپ نے اسے سر بازار عریاں کر کے اس کی عصمت کو نہ صرف ٹھیس پہنچائی ہے بلکہ اسے تار تار کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نہ صرف خواتین کی عزت وناموس کو تحفظ عطا کرتا ہے، بلکہ انہیں معاشرے میں عزت وسربلندی کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کرتا ہے۔ ذیل میں اسلام کے چند ایسے ہی احکام کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۱۔ غضِّ بصر کا حکم

عصمت وعفت کی حفاظت کے لیے قرآن کریم مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہ پست رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ o وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور: ۳۰۔۳۱)

”اے نبیؐ! مومن مردوں سے کہہ دیجئے وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے پاکیزہ طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے وہ بھی اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

علامہ ابن قیمؒ نے الجواب الکافی (ص، ۱۲۹۔۱۳۰) میں بیان لکھا ہے:

”نگاہ شہوت کو ابھارنے کا ذریعہ ہے اور اس کی حفاظت عصمت کی حفاظت ہے۔ جس نے اپنی نظروں کو آزاد چھوڑ دیا، اس نے اپنے نفس کو ہلاکت کے دہانے پر پہنچا دیا۔“

حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

یاعلّي، لا تتبع النظرة النظرة، فانما لک الأولی ولیست لک الاخرة۔ (مسند احمد: ۱۳۷۳)

”اے علیؓ! ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ نہ دیکھو۔ تمہیں صرف پہلی مرتبہ دیکھنے کا حق ہے۔ دوبارہ دیکھنا تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔“

اس سے مراد بغیر قصد و ارادہ کے اچانک نگاہ پڑ جانا ہے، جو قابلِ مؤاخذہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

النظرة سهم مسموم من سهام الشیطان۔ (مسند الشہاب: ۲۹۳)

”نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی نگاہیں اس کی اندرونی کیفیت کی غماز ہوا کرتی ہیں۔ نامحرم خاتون پر پڑنے والی نظر اس کے اندر وسوسہ پیدا کرتی ہے۔ یہ وسوسہ اس کو تفکر پر ابھارتا ہے، تفکر سے شہوت پیدا ہوتی ہے اور شہوت کے بعد انسان گناہ کا ارادہ کر لیتا ہے، یہاں تک کہ مستحکم ارادہ وقوعِ فعل کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

”غضِ بصر پر صبر کرنا زیادہ آسان ہے، اس اذیت ناک چیز پر صبر کرنے سے جو اس کے بعد لاحق ہو۔“

پس مسلم خواتین کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور غیر مردوں پر ارادتاً نگاہ ڈالنے سے پرہیز کریں، نیز فتنہ میں مبتلا کرنے والی ان تصاویر سے بھی اجتناب کریں جو ویڈیو، ٹیلی ویژن اور رسائل و جرائد میں پیش کی جاتی ہیں۔ اس طرح توقع ہے کہ وہ بے حیائی کے انجام بد سے محفوظ رہ سکیں گی۔ کتنی ہی نظریں ہیں جو نفس کو حسرت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ فی الحقیقت معمولی سمجھی جانے والی چنگاریاں ہی آگ بن جاتی ہیں۔

(۲) گانے بجانے سے دور رہنا

علامہ ابن قیم 'اغاثة اللهفان' (۱/ ۲۴۲، ۲۴۸، ۲۶۴، ۲۶۵) میں رقم طراز ہیں:

”شیطان کی چالیں ان لوگوں پر کارگر ہوتی ہیں جو علم وعقل اور دین کے اعتبار سے کم تر ہیں۔ وہ جاہلوں کے قلوب کا آلات محرمہ کے ذریعہ شکار کرتا ہے اور انہیں گانے بجانے کے عمل میں مشغول کر دیتا ہے۔ انہیں اللہ کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور فہمِ قرآن کے لیے ان کے دلوں کو بند کر دیتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔

پس مسلم خواتین کو اس سنگین اور مہلک چیز کے خطرہ کو محسوس کرنا چاہیے اور اس کے جملہ انواع ووسائل سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳) تنہا سفر کرنے سے پرہیز

عصمت کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ خواتین محرم مردوں کے بغیر سفر نہ کریں تا کہ بدطینت اور فاسق لوگوں سے محفوظ رہ سکیں، احادیث صحیحہ میں عورت کو تنہا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسافر المرأة ثلا ثة أيام الّا مع ذي محرم. (بخاری:۱۰۸۶)

”عورت تین دن کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے۔“

دوسری حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

أن النبی نهی أن تسافر المرأة مسيرة يومين أوليلتين الا ومعها زوجها أوذومحرم. (مسند احمد:۱۰۹۰۱)

”رسولؐ نے منع فرمایا ہے کہ عورت دو دن یا دو رات کا سفر اپنے شوہر یا کسی محرم رشتہ دار کی معیت کے بغیر کرے۔“

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخرتسافرمسيرة يوم وليلة الا مع ذي محرم عليها. (مسلم:۱۳۴۱)

”کسی عورت کے لیے، جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر کسی محرم کے بغیر کرے۔“

ان احادیث میں سے، بعض میں تین دن تین رات، بعض میں دو دن اور دو رات اور

بعض میں ایک دن ایک رات کی مدت مذکور ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد ظاہری ایام نہیں بلکہ اتنی مسافت کہی گئی ہے جس کا اطلاق سفر پر ہو سکے۔

امام نوویؒ شرح مسلم (۹/ ۱۰۳) میں فرماتے ہیں:

''ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ مسافت جس کو سفر کہا جا سکے، عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر اس پر نکلنے سے روک دیا گیا ہے خواہ وہ تین دن کی مسافت ہو یا دو دن کی، یا ایک دن کی یا اس سے بھی کم۔''

بعض لوگوں نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت بغیر شوہر یا محرم کے عورتوں کی جماعت کے ساتھ حج واجب کے لیے نکل سکتی ہے۔ مگر یہ خلافِ سنت عمل ہے۔ امام خطابیؒ معالم السنن (۲/ ۲۷۶۔ ۲۷۷) میں رقم طراز ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو محرم کے بغیر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے، پس اس کا شریعت کی متعین کردہ شرطوں کا پاس ولحاظ کیے بغیر سفر حج کے لیے نکلنا خلاف سنت ہے۔''

یہ علماء بغیر محرم کے عورت کے لیے کسی بھی سفر کو جائز نہیں رکھتے، بلکہ صرف سفر حج کے لیے اس کی اجازت دیتے ہیں۔

امام نوویؒ المجموع (۸/ ۲۴۹) میں فرماتے ہیں:

''عورت کے لیے حج تطوع، تجارت، زیارت اور اس جیسی دوسری چیزوں کے لیے بغیر کسی محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔''

(۴) نامحرم مرد اور عورت کے درمیان تنہائی کی ممانعت

عصمت کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ عورت اور نامحرم مرد تنہائی میں نہ ملیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخرفلا يخلون بامرأة ليس معها ذومحرم منها،فان ثالثهما الشيطان.

(ذم الهوى لابن الجوزي:۴۴۹)

”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ کسی ایسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو، اگر وہ ایسا کرے گا تو ان دونوں کے درمیان تیسرا شیطان ہوگا۔“

دوسری حدیث عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ألا لایخلون رجل بامرأة لا تحل له، فان ثالثهما الشیطان، الا محرم۔ (احمد:۱۵۲۶۹)

”کوئی مرد کسی ایسی عورت سے جو اس کے لیے حلال نہ ہو، خلوت میں نہ ملے، بے شک ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے الا یہ کہ محرم موجود ہو۔“

امام شوکانی نیل الاوطار (۱۲۰/۶) میں فرماتے ہیں:

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی حرمت ایک متفق علیہ مسئلہ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ حرمت کی علت، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے، شیطان کی ان دونوں کے ساتھ موجودگی ہے جس کی وجہ سے دونوں معصیت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر شوہر یا محرم موجود ہو تو اس وقت کوئی اجنبی مرد بہ وقت ضرورت اس سے ملاقات اور بات چیت کر سکتا ہے۔

دور حاضر میں بعض خواتین اور ان کے سرپرست خلوت کی بعض صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے مثلاً: عورت کا اپنے شوہر کے کسی رشتہ دار کے ساتھ تنہائی میں رہنا اور اس کے سامنے چہرہ کا پردہ نہ کرنا۔ یہ چیز بہت خطرناک ہے۔ نبیؐ کا فرمان ہے۔

ایاکم والدخول علی النساء۔ (ترمذی:۱۱۷۱)

”عورتوں کے پاس (ان کے محارم کی عدم موجودگی میں) جانے سے بچو۔“

ایک انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! دیور کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا: دیور تو موت ہے۔ (بخاری:۵۲۳۲)

گویا آپؐ نے ناپسند کیا کہ عورت اس کے ساتھ تنہائی میں رہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث میں وارد لفظ 'حمو' سے مراد شوہر کے رشتے دار ہیں مثلاً اس کا باپ، چچا، بھائی، بھتیجہ، چچازاد بھائی وغیرہ۔ حدیث میں اس سے مراد شوہر کے باپ اور بیٹوں کے علاوہ دوسرے رشتہ دار ہیں۔ اس لیے کہ شوہر کے باپ اور بیٹے عورت کے لیے محرم ہیں ان کے ساتھ وہ تنہائی میں رہ سکتی ہے۔

امام شوکانیؒ نیل الاوطار (۶/ ۱۲۲) میں رقم طراز ہیں:

حدیث میں 'حمو' کو موت سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی جس طرح دوسری تمام چیزوں کی بہ نسبت موت کا خوف زیادہ رہتا ہے اسی طرح دوسرے رشتے داروں کی بہ نسبت سسرالی رشتہ داروں سے زیادہ خوف ہوتا ہے۔ پس خواتین کو شریعت کے حکم سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے احتیاط کی روش اختیار کرنا چاہیے۔

اسی طرح بعض خواتین گاڑی میں نامحرم ڈرائیور کے ساتھ سفر کرتی ہیں اوران کے سرپرست اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، جب کہ یہ خلوتِ محرمہ میں شمار کی جائے گی۔

مفتی سعودی عربیہ شیخ محمد ابن ابراہیم (مجموع الفتاویٰ: ۱۰/ ۵۲) فرماتے ہیں:

''اجنبی عورت کا محرم کے بغیر تنہا گاڑی میں بیٹھنا صریح طور پر حرام ہے اوراس میں متعدد مفاسد ہیں جنھیں معمولی نہیں سمجھا جانا چاہیے۔ خواہ وہ ابھی کم عمر ہو یا دوشیزہ۔''

جو شخص اپنی خواتین کے لیے اس کو پسند کرتا ہے اس کا دین بھی کم زور ہے اوراس کی مردانگی میں بھی کمی ہے۔ اوراپنی محترم خواتین کے تعلق سے اس کے اندر غیرت کی کمی پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لا یخلونّ رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطان۔ (ترمذی: ۱۱۷۱)

''آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہتا ہے تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

بلکہ کسی عورت کا کسی اجنبی مرد کے ساتھ تنہا سفر کرنا گھر میں تنہا رہنے سے زیادہ خطرناک ہے، اس لیے کہ وہ اس کو طوعاً یا کرہاً کہیں بھی لے جاسکتا ہے۔ اس سے بڑے مفاسد رونما ہوتے ہیں۔

امام نوویؒ المجموع (۹/ ۱۰۹) میں رقم طراز ہیں:

''کسی اجنبی مرد وعورت کا بغیر کسی محرم کے خلوت میں ملنا حرام ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے اگر ان دونوں کے ساتھ کوئی اتنا چھوٹا بچہ ہو جس سے انسان کو کوئی شرم وتکلیف نہ ہو تو بھی اس کا اطلاق خلوت محرمہ پر ہوگا۔''

اس طرح بعض خواتین اوران کے سرپرست علاج کی ضرورت کے تحت ڈاکٹر سے

تنہائی میں ملنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، جب کہ یہ ایک قبیح عمل ہے اور عظیم خطرات کو دعوت دیتا ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم نے مجموع الفتاویٰ (۱۰/ ۱۳) میں لکھا ہے:

''حدیث نبوی کی بنیاد پر اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی کسی مرد کے لیے شرعاً حرام ہے خواہ وہ طبیب ہی کیوں نہ ہو اور خلوت بغرض علاج ہو، لہٰذا ضروری ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کے محارم میں سے کوئی ہو۔ اگر کوئی مرد نہ ہو تو عورت کسی دوسری عورت کو ساتھ رکھے۔ اگر وہ بھی نہ ہو اور مرض خطرناک ہو اور اس کے علاج میں تاخیر مناسب نہ ہو تو کم از کم کسی نرس ہی کو وہاں موجود رہنا چاہیے۔ اسی طرح ڈاکٹر کا کسی لیڈی ڈاکٹر یا نرس کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور نہ کسی مرد استاد کے ساتھ کسی طالبہ کا خلوت میں رہنا جائز ہے، اسی طرح ہوائی جہاز میں کسی ایئر ہوسٹس کا کسی اجنبی کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح آدمی کا گھر میں اپنی خادمہ کے ساتھ یا عورت کا اپنے خادم کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں ہے۔

یہ وہ امور ہیں جن میں آج لوگ غیر مسلموں کی اندھی تقلید اور روشن تہذیب کے نام پر ملوث ہیں اور انہیں احکام شرعیہ کی ذرا پروا نہیں ہے۔

۵۔ اجنبی مرد سے مصافحہ حرام ہے

عورت کے لیے حرام ہے کہ وہ کسی اجنبی مرد سے مصافحہ کرے۔ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے اپنے فتاویٰ (۱/ ۱۸۵) میں لکھا ہے:

''عورتوں کا غیر محرم مردوں سے مصافحہ مطلق حرام ہے۔ خواہ عورتیں نوجوان ہوں یا بوڑھی اور خواہ جن سے مصافحہ کیا جا رہا ہو وہ جوان ہوں یا بوڑھے۔ اس لیے کہ اس میں دونوں کے لیے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انی لا اصافح النساء (میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا)

اور حضرت عائشہ نے گواہی دی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کسی اجنبی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔ عورتیں آپ سے صرف زبان سے بیعت کرتی تھیں۔'' عورت اجنبی مرد سے مصافحہ خواہ دستانے پہن کر کرے یا بغیر دستانے کے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے کہ دلائل میں عموم ہے اور ممانعت میں فتنہ کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔''
